حیات مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ

مع

پسندیدہ اشعار و نظمیں

از منتخب ڈائری مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ

مؤلف

محمد عبد العزیز غازی

خطیب لال مسجد اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

دنیا ایک سخت امتحان گاہ ہے جہاں تمام انسانوں کا قدم قدم پر مختلف طریقوں سے امتحان لیا جاتا ہے، کبھی خوشیاں دے کر آزمایا جاتا ہے، کبھی دکھ دے کر آزمایا جاتا ہے۔ کبھی مال و دولت دے کر آزمائش کی جاتی ہے، کبھی مال و دولت لے کر آزمایا جاتا ہے، کبھی اولاد دے کر آزمائش کی جاتی ہے، کبھی اولاد کو واپس لے کر آزمایا جاتا ہے۔ ہر انسان پر قدم قدم پر آزمائشوں کا آنا لازمی امر ہے۔ ہمارے لئے حکم یہ ہے کہ ہمیں جب خوشیاں ملیں، ہم اللہ تبارک تعالیٰ کا خوب شکر ادا کریں۔ نافرمانی اور بغاوت سے بچیں۔ جب پریشانیاں دکھ اور تکلیفیں آئیں تو صبر کریں اور شکوہ اور شکایات سے بچیں۔

سانحہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش تھا۔ لیکن ہمارے لئے امتحان زیادہ سخت تھا کہ سانحہ میں ہمارے کئی عزیز و اقارب شہید ہو گئے۔ ان ہی میں میرا اکلوتا بیٹا مولانا محمد حسان غازی بھی تھا، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہت ساری خصوصی صفات سے نوازا تھا۔ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بلا کا مقرر تھا۔ تقاریر کے مقابلوں میں اکثر پوزیشن لیا کرتا تھا۔ وہ تقاریر خود ہی لکھا کرتا تھا۔ اس کی بعض تقاریر انٹرنیٹ پر موجود ہیں جو سننے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اخلاق و کردار، جود و سخا، شفقت و پیار کا مجسمہ تھا۔

عظیم صفات والا بیٹا ہم سے رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے پر دل غم زدہ ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ لیکن ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں بھی شہادت کی موت دے کر جنت الفردوس میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ غازی شہیدؒ، حضرت ام عبد الرشید غازی شہیدہؒ، علامہ عبد الرشید غازی شہیدؒ اور مولانا محمد

حسان غازی شہیدؒ کے ساتھ جگہ عطاء فرمادیں۔مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کی بہت ساری باتیں عام بچوں سے مختلف تھیں۔میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ مولانا حسان شہید کی یہ اچھی باتیں اور واقعات تحریر میں لائے جائیں۔جو اور بچوں کے لئے بھی مشعل راہ ہوں۔ اس کے ساتھ مولانا حسان غازی شہیدؒ کی ڈائری سے کچھ اشعار منتخب کر کے وہ بھی اس کتاب میں شامل کئے جارہے ہیں جن سے مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کی پرواز کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا محمد حسان غازی شہید کو جنت الفردوس میں بہت ہی اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور ہمیں صبر جمیل نصیب فرمائے۔

ابوالحسان محمد عبدالعزیز غازی

۵شعبان/۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام ونسب

مولانا محمد حسان غازی بن مولانا محمد عبدالعزیز غازی بن مولانا محمد عبداللہ غازی بن مولانا غازی محمد، ماں کی طرف سے سلسلہ نسب: مجلس احرار کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے جاملتا ہے مولانا محمد حسان غازی کی والدہ حضرت ام حسان صاحبہ حافظ یونس کی بیٹی ہیں حافظ یونسؒ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے نواسے تھے اس طرح مولانا محمد حسان غازی کا سلسلہ نسب دونوں طرف بڑے بزرگوں سے جاملتا ہے تو نجیب الطرفین ہوئے۔

بچپن

مولانا محمد حسان غازی اللہ کو تبارک وتعالیٰ نے بہت ہی ذہانت سے نوازا تھا بچپن میں خوب شرارت کیا کرتے تھے جوان کی ذہانت کی علامت تھی۔بعض بچے جوبچپن میں خوب شرارتیں کرتے ہیں تو والدین اس کوعیب سمجھتے ہیں، حالانکہ مختلف شرارتیں بچوں کی ذہانت کی علامت ہوتی ہیں۔بعض لوگ بچوں کی شرارت کودیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ بڑا شیطان ہے، بڑا بدمعاش ہے، بڑا مکار ہے، ۔حالانکہ یہ انداز نامناسب ہے کہ معصوم بچوں کی شیطان اور بری باتوں کی طرف نسبت کر کے ان کی ذہانت کوعیب دار بنادیا جائے۔ بلکہ بچوں کو یہ کہنا چاہیے کہ ماشاء اللہ بہت ذہین بہت ذکی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو حافظ بنائے، عالم، مجاہد بنائے اورامت مسلمہ کواس کی ذہانت سے نفع پہنچائے۔اگر بچوں کونسبت دینی ہوتو اچھے لوگوں کے ساتھ نسبت دی جائے۔کہیں کہ یہ وقت کا بخاری، غزالی اور رازی بنے گا، صلاح الدین ایوبی اور محمد بن قاسم بنے گا۔

بچپن کے چند واقعات

سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جز ئیہ سے

ایک دفعہ محمد حسان غازیؒ مجھ سے مارکیٹ جانے پر اصرار کر رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ بیٹا مارکیٹ نہیں جاتے تو محمد حسان غازی شہیدؒ نے جواب دیا کہ ابو آپ فلاں دن تو مارکیٹ لے گئے تھے۔ اس نے اپنی ذہانت سے سالبہ کلیہ کو موجبہ جز ئیہ سے توڑ دیا۔

لکڑی بھی بیکار ہے...؟

ایک دفعہ بندہ مطالعہ کر رہا تھا۔ محمد حسان غازیؒ اپنی چھوٹی بہن سے چند پتھروں پر تکرار کر رہا تھا۔ دونوں میں سے ہر ایک کا اصرار تھا کہ یہ پتھر میں نے لینے ہیں۔ میری دونوں پر نظر پڑی تو میں نے محمد حسان غازیؒ کو سمجھاتے ہوئے کہا: بیٹا پتھر بھی کوئی ایسی چیز ہے کہ اس پر جھگڑا کیا جائے۔ محمد حسان غازی شہیدؒ نے معصومانہ انداز میں مجھ سے سوال کیا۔ ابو پتھر بے کار چیز ہے؟ میں نے مطالعہ کے دوران جواب دیا۔ ہاں بے کار چیز ہے۔ اس پر جھگڑے کی کیا ضرورت ہے؟ محمد حسان غازی شہیدؒ نے فوراً کہا: ابو کیا لکڑی بھی بے کار چیز ہے؟ میں نے کہا: جی بیٹا! لکڑی بھی بے کار چیز ہے۔ محمد حسان غازی شہیدؒ نے فورا کہا: ابو پھر تو آپ نے لکڑی کی جو یہ الماریاں رکھی ہوئی ہیں یہ بھی بے کار ہوں گی، اس لئے کہ یہ بھی لکڑی سے بنی ہوئی ہیں۔ آپ نے ان کو کیوں رکھا ہوا ہے؟

بچپن کا ایک عجیب واقعہ

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ چونکہ محمد طلحہ کے فوت ہونے کے بعد پیدا ہوئے تھے، اسلئے حضرت والدصاحب (حضرت مولانا عبد اللہ شہیدؒ) اوروالدہ صاحبہ دونوں کو بہت ہی پیارے تھے۔ والدصاحب بہت مرتبہ ان کو سفر پر ساتھ لے جاتے۔ ایک مرتبہ محمد حسان غازیؒ چلتے چلتے تھک گئے اور والدصاحب پر اصرار کیا کہ آپ مجھے اٹھالیں۔

ابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے جب انھیں اٹھایا۔حسان نے فوراً پڑھا"**سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین**"مولانا عبداللہ شہیدؒ محمد حسان غازی شہیدؒ کے اس معصومانہ انداز سے بہت محظوظ ہوئے۔

فائدہ:

اگر ہم غور کریں تو معصوم بچوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے عظیم احسان فرمایا ہے۔ والدین اور عزیز اقارب کے دلوں کو بچوں کے لئے مسخر کر دیا۔بچوں کے بس میں یہ نہ تھا کہ والدین کو اپنے تابع کرتے۔ذرا غور کریں گھروں میں معصوم بچے اور بچیاں عزیز وا قارب کو کیسے اپنے اشاروں پر چلاتے ہیں اور کیسے ان سے اپنے قسماقسم کے مطالبات منواتے ہیں۔معصوم بچوں کیلئے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت سے والدین اور عزیز وا قارب کے دلوں کو بچوں کیلئے مسخر کر دیا۔

میں چیک الچیک بنوں گا

والدین کو چاہیے کہ وہ بچپن میں ہی بچوں کے ذہنوں میں اعلیٰ جذبات ڈالیں اور انھیں یہ بتائیں کہ انھوں نے حافظ، عالم، مجاہد اور اعلی مقام حاصل کرنے ہیں۔ بندہ کی عادت رہی کہ بچوں کے بارے میں خود بھی یہی خواہش رکھتا کہ میرا بچہ یا بچی حافظ، حافظہ یا عالم، عالمہ بنے گا اور ان سے بھی بار بار یہ کہلواتا کہ بیٹا کہو میں عالم بنوں گا، شیخ الحدیث بنو گا۔محمد حسان غازیؒ کو میں نے یہ بات سکھلائی کہ اگر تم سے کوئی پوچھے کہ تم کیا بنو گے۔تم یہ کہو کہ میں شیخ الحدیث بنوں گا اور مجاہد بنوں گا۔

ایک مرتبہ گاڑی میں وہ اپنے دادا اور دادی جان کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ دادا جان نے پوچھا بیٹا تم کیا بنو گے۔محمد حسان غازی شہیدؒ نے طوطلی زبان میں جواب دیا میں چیک الچیک بنوں گا۔دادا جان کو بات سمجھ نہ آئی پھر دوبارہ پوچھا تو محمد حسان غازیؒ کا وہی جواب

تھا۔ ابا جی نے بعد میں مجھ سے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا ابا جی یہ کہہ رہا ہے کہ میں شیخ الحدیث بنوں گا۔

گانے بند کردو

ایک مرتبہ بندہ حضرت ام حسان صاحبہ، محمد حسان غازیؒ اور بیٹیوں کولیکر F/8-2 سے لال مسجد جانے کیلئے بس پر سوار ہوا تو بس والے نے گانے لگا دیئے۔ محمد حسان غازی فوراً اپنی سیٹ سے اٹھا اور ڈرئیور کی طرف بڑھا۔ ڈرائیور کے پاس جا کر آہستہ سے کوئی بات کہی اور ڈرائیور نے گانے بند کر دیئے۔ واپسی پر میں نے محمد حسان غازی سے پوچھا کہ حسان آپ نے ڈرائیور کو کیا کہا۔ محمد حسان غازی نے جواب دیا میں نے ڈرائیور کو کہا کہ گانے بند کر دو اللہ تبارک وتعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ مجھے اسکی اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے کہے بغیر خود ہی حسان کے اندر ایسا جذبہ موجزن ہوا۔ جس نے اسکو اس بات پر مجبور کیا کہ اس نے ڈرائیور سے گانا بند کرا دیا۔ حسان شہید کی عمر اس وقت پانچ سال کے قریب تھی۔

ماہر نفسیات کی رائے

لال مسجد میں خطابت سے پہلے بندہ مسجد مجددیہ F-8/2 پارک روڈ میں تیرہ سال خطیب رہا۔ میرے بچوں کا بچپن وہیں گزرا۔ حسان غازی کی عمر سات سال کے لگ بھگ ہوگی، مسجد میں ایک ماہر نفسیات آیا، نماز پڑھنے کے بعد وہ کافی دیر مسجد میں بیٹھا رہا اس نے حسان غازی شہیدؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے سوال کیا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ میں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے کہا میں ماہر نفسیات ہوں۔ اس بچے کی کیفیت یہ بتلا رہی ہے کہ یہ انتہا درجہ کا ذہین ہے اور اسکو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی استعدادوں سے نوازا ہے۔ اس کی تربیت کرنا آپ کیلئے بہت مشکل ہوگا، لیکن اگر آپ

نے اس کی صحیح تربیت کر لی تو یہ ایک عظیم انسان بنے گا۔ بڑے کارنامے سرانجام دے گا۔ بات واقعی ایسی تھی کہ حسان کی تربیت بہت مشکل تھی۔ وہ بلا کا ذہین تھا۔ وہ منطق پڑھے بغیر منطقی انداز میں بات کرتا تھا اور اس کو مطمئن کرنا بہت ہی مشکل تھا۔ بڑے دلائل کے بعد وہ مطمئن ہوتا تھا۔ اس نے سانحہ لال مسجد کے دوران بارود اور آگ کی بارش میں ایک ہفتے کے دوران جس جرأت اور استقامت کیساتھ وقت گزارا اور ہر ایک ساتھی کے پاس پہنچ کر اس کو ہمت اور استقامت کی تلقین کی یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کا ان پر انعام تھا۔ پھر جرأت اور استقامت کی تصویر بن کر 10 جولائی 2007ء دوپہر کو شہادت سے سرفراز ہو کر دارفناء سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گیا۔ **انا لله و انا اليه راجعون اللهم ارفع درجته فی جنةالفردوس واجمع معهم فی جنةالفردوس .**

سنجیدگی

مولانا محمد حسان غازیؒ شہید بچپن میں خوب شرارتیں کرتا لیکن شرارتوں کا بھی ایک خاص انداز تھا۔ شرارتیں ایسی ہوتی تھیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہوتی۔ کسی سے لڑتا نہیں تھا، کسی کو مارتا نہیں تھا، کسی کی طرف سے بھی یہ شکایت نہ آئی کہ محمد حسان غازیؒ نے ہمارے بچے کو مارا ہے، لیکن معصومانہ انداز میں خوب شرارتیں کرتا اور خوب باتیں کرتا۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس میں انتہادرجے کی سنجیدگی آتی چلی گئی۔ پھر اپنے دادجان (حضرت مولانا محمد عبداللہ غازی شہیدؒ) کی شہادت کے بعد بالکل خاموش طبع ہو گیا تھا۔ اسکے بعد شہادت تک انتہائی سنجیدہ زندگی گزاری، باتیں بہت کم کرتا اور اکثر سوچتا رہتا تھا۔

دائم الفکر متواصل الاحزان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے: ”**کان دائم الفکر متواصل**

الاحزان“ ۔آپ ﷺ ہمیشہ غمزدہ اور فکرمند رہتے ،مولانا محمد حسان غازیؒ کی بھی یہی صفت تھی کہ ہمیشہ غمزدہ اور پریشان رہتے تھے، بولتے بہت کم تھے۔ یہاں تک کہ کم گوئی کی وجہ سے ان کی بہنیں حسان سے مزاح کیا کرتی تھیں کہ حسان بھائی اسلئے کم بولتے ہیں کہ بولنے سے ان کے پیسے خرچ ہوتے ہیں۔

لڑائی جھگڑے سے اجتناب

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ چونکہ انتہائی سنجیدہ اور کم گو تھے،اسلئے لڑائی جھگڑوں سے بہت اجتناب کرتے تھے، خاندان کے آپس کے جھگڑے ہوں یا دوستوں کیساتھ جھگڑے، محمد حسان غازی شہید کی زندگی ان جھگڑوں سے کوسوں دور تھی، کبھی کسی دوست، ہم سبق کی طرف سے کوئی بداخلاقی اور جھگڑے کی شکایت موصول نہ ہوئی۔ وہ ہر ایک کیلئے پیار ومحبت کے مجموعہ تھے۔

صلہ رحمی اور سچ کے مصداق

مولانا محمد حسان غازیؒ کی چھوٹی پھوپھی عزیزہ بہن نبیلہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت ام حسان صاحبہ اور میری کچھ دنوں کیلئے کچھ دوری پیدا ہوگئی۔جس کا علم محمد حسان غازیؒ کو بھی ہوگیا۔اس کے باوجود محمد حسان غازیؒ مسلسل میرے گھر آتے رہے اور کافی دیر گھر میں بیٹھا کرتے۔ اسی دوران والدہ صاحبہ کا موبائل پر فون آجاتا۔اپنی امی جان کا نمبر دیکھتے ہی فوراً گھر سے نکل جاتے۔امی جان پوچھتیں کہ بیٹا کہاں ہو؟ تو جواب دیتے کہ امی میں باہر ہوں تھوڑی دیر میں آجاؤں گا۔اس سے محمد حسان غازیؒ کی سمجھداری اور ذہانت ٹپکتی ہے کہ پھوپھی کے گھر آنا جانا بھی نہیں چھوڑا اپنے امی کے فون آنے پر گھر کے اندر سے جواب دیکر جھوٹ بھی نہ بولا۔ بلکہ باہر نکل کر یہ جواب دیا کہ

میں باہر ہوں۔امی جان کو یہ بھی نہ کہا کہ میں پھوپھی کے گھر میں ہوں تا کہ امی جان کی طبیعت پر بوجھ نہ ہو۔محمد حسان غازی شہیدؒ کے اس چھوٹے سے واقعے سے بچوں کیلئے ایک بہت بڑا اسبق ملتاہیکہ بچوں کو بڑوں کے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہیے اور جھوٹ سے بھی بچنا چاہیےاورایسی باتوں سے بھی بچنا چاہیےجن سے بڑوں کے دل میں بوجھ پیدا ہو۔

عاجزی اور تواضع کے پیکر

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو اللہ تبارک وتعالیٰ بہت ساری صفات کیساتھ عاجزی اور تواضع کی صفت بھی عطا فرمائی تھی انتہائی عاجزانہ زندگی تھی طبیعت میں کوئی فخر ومباحات نہ تھی جامعہ فریدیہ میں رہتے ہوئےکسی کوبھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ وہ مہتمم کے بیٹے ہیں۔جامعہ فریدیہ کے اساتذہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں کہ محمد حسان غازی شہیدؒ نے عاجزانہ زندگی بسر کی۔جامعہ کے کسی حکم کو ماننے میں لیت ولعل نہ کیااوراساتذہ کوشکایت کا موقع نہ دیا۔اپنے ساتھیوں کیساتھ گفتگواورنشست برخاست میں بھی ان کی عاجزی ٹپکتی تھی،بعض اوقات بعض لوگ سخت باتیں بھی کہہ دیتے تھے۔وہ بڑے حوصلے سے ان باتوں کو برداشت کرتے۔کسی کی سخت بات کا جواب سخت انداز میں نہ دیتے۔

بسطتاًفی العلم و الجسم کا مصداق

دس سال کی عمر کے بعد مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کا جسم کافی بھاری ہوگیااورجسم میں موٹاپا آ گیا لیکن قد ابھی کافی چھوٹا تھااسلئے موٹاپا زیادہ معلوم ہوتا تھا۔بعض اوقات موٹاپاطبعی بھی ہوتا ہےاور کھانے پینے کے علاوہ بھی موٹاپے کی وجوہات ہوتی ہیں،لیکن ہمار ے معاشرے میں کسی کا تھوڑا سا جسم بھی بھاری ہوجائے تو لوگ اس کو عجیب نظروں سے دیکھتے ہیں۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت زیادہ کھاتا پیتا ہے۔مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ

کیساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت زیادہ کھاتے پیتے نہ تھے لیکن طبعی طور پر ان کا جسم بھاری ہوگیا۔ خاندان میں اکثر مختلف انداز سے ان کے موٹاپے کا ذکر ہوتا اور خصوصاً دسترخوان پر اکثر طنزیہ نصیحتیں شروع کردی جاتیں۔ مولانا محمد حسان غازی شہید ؒ کی طبیعت پر یہ باتیں انتہائی گراں گزرتیں لیکن وہ جواب میں کچھ نہ کہتے۔ کبھی کبھی فرطِ غم میں رو دیا کرتے اور کہتے کہ مجھے لوگوں کا یہ انداز قطعاً پسند نہیں ہے کہ کھانے کی دسترخواں پر طنزیہ نصیحتیں اور مختلف اوقات میں طنز کے انداز میں نصیحتیں کرنا شروع کردیتے ہیں۔ جس سے دوسرے کا دل چھلنی ہوجاتا ہے۔ آج کل عام طور پر یہ طریقہ ہماری زندگیوں کا حصہ بن چکا ہے۔ نصیحت اسے کہتے ہیں کہ کسی کو علیحدگی میں پیار ومحبت سے کوئی بات سمجھائی جائے۔ سب کے سامنے دوسرے کا دل چھلنی کرنا اور طنزیہ نصیحتیں کرنا پھر اگلا محسوس کرجائے تو اس پر یہ کہنا ہم تو نصیحتیں کررہے تھے۔ تم نصیحت کو سن نہیں سکتے تمہارے اندر اتنا حوصلہ نہیں اس سے زندگیاں بنتی نہیں بلکہ بگڑ جاتی ہیں۔ الحمدللہ میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ بچوں کو پیارے نداز میں نصیحت کروں سب کے سامنے سخت انداز میں نہ ڈانٹوں۔ طنزیہ نصیحتوں یا سب کے سامنے سخت انداز میں نصیحتوں سے انتہائی کوفت اور اذیت ہوتی ہے۔ یہ کونسا سمجھانے کا انداز ہے میں سمجھتا ہوں محمد حسان غازی کیلئے یہ موٹاپا آزمائش تھا۔ کچھ سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے محمد حسان غازی شہیدؒ پر اپنا فضل فرمایا۔ چند ہی سالوں میں ان کا قد چھ فٹ سے اوپر چلا گیا ان کا موٹاپا قد کی طوالت کی وجہ برا معلوم نہ ہوتا تھا بلکہ اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن کچھ عرصہ بہت طعن وتشنیع کا نشانہ بنے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس تکلیف کی بناء پر انکی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

سادگی پسند

حضور ﷺ نے فرمایا: **ان البذاذة من الایمان** ۔ سادگی ایمان کا حصہ ہے

مولانا محمد حسان غازیؒ کی زندگی انتہائی سادہ تھی اور وہ تکلفات سے دور تھے۔ مذکورہ حدیث کے مصداق تھے جیسے کپڑے ملتے پہن لیتے کبھی کپڑوں کے سلسلے میں کوئی مطالبہ نہ کرتے جیسے کپڑے میسر آتے پہن لیتے، کوئی مطالبہ نہ کرتے کپڑوں پر داغ دھبے لگ جاتے دھونے کے باوجود اگر وہ داغ نہ اترتے تو پھر بھی وہی داغدار کپڑے پہن لیتے۔

بلند ہمتی

مولانا محمد حسان غازی بہت ذہین تھا اسلئے اکثر ممتاز نمبروں میں یا پوزیشن لیا کرتا تھا ایک مرتبہ امتحان کا نتیجہ نکلا محمد حسان غازی نتیجہ سن کر گھر آ گیا وہ دن گزر گیا اور دوسرا دن بھی آ گیا میرے ذہن میں آیا کہ نتیجہ تو نکل گیا محمد حسان غازی نے نتیجہ نہ بتلایا۔ میں نے پوچھا حسان نتیجہ کیسا رہا؟ کہنے لگا اچھا رہا پھر تھوڑی دیر خاموشی کے بعد میں نے کہا کوئی پوزیشن نہیں لی؟ کہا ابو میں اول آیا ہوں۔ میں نے کہا بیٹے کل نتیجہ نکلا ہے اور آپ کل سے گھر آئے ہو۔ کسی کو بتلایا نہیں کہ میں اول آیا ہوں۔ حسان نے جواب دیا ابو کوئی خاص بات تو نہیں تھی جو میں بتلاتا۔ اس سے محمد حسان غازی شہیدؒ کی بلند ہمتی کا اندازہ ہوتا ہے۔ عام طور پر بچے پوزیشن لینے پر خود خوشی مناتے ہیں اور سب کو خوشی خوشی اپنے پوزیشن لینے کے بارے میں بتلاتے ہیں اور مبارک بادیں وصول کرتے ہیں، بلکہ عزیز اقارب سے کہتے ہیں کہ اس خوشی میں آپ مجھے کیا لے کر دیں گے اور ایک محمد حسان غازی تھا کہ جس کی فطری پرواز اتنی بلند تھی کہ اس کیلئے پوزیشن لینا کوئی خاص بات بھی نہ تھی۔

قناعت پسندی

حضرت مولانا محمد حسان غازی صبر کا مادہ بہت زیادہ تھا اسلئے جو حالات بھی آتے تو خندہ پیشانی سے اس قبول کرتے کبھی کوئی شکوہ نہ کرتے اس طرح مالی اعتبار سے تنگی آتی کبھی اس کا اظہار نہ کرتے پیسوں کا مطالبہ نہ کرتے۔ میں بار بار کہتا بھی رہتا کہ بیٹے پیسے نہ

ہوں تو مجھے بتلا دیا کرو لیکن اس کے باوجود محمد حسان غازی کبھی نہ بتلاتے۔ شاید اس کو مالی حالات کا علم تھا کہ جامعہ فریدیہ اور جامعہ سیدہ حفصہ شہیدہ کی شاخوں میں ایک عرصے سے اکثر مالی حالات انتہائی کمزور اور فقر فاقے چلتے۔ حضرت والد کی شہادت کے بعد حالات اور کمزور ہو گئے تو بندہ نے والد صاحب کی شہادت کے بعد تنخواہ وصول نہ کی 2004ء میں مجھ پر اور علامہ عبد الرشید غازی پر مقدمات بنے تو علامہ غازی اور میری سرکاری نوکریاں ختم کر دی گئیں اور تنخواہیں بند کر دی گئیں۔ چونکہ خاندانی طور پر ہمارا خاندان انتہائی غریب ہے والد صاحب نے نہ کوئی زمین چھوڑی نہ ہی جائیداد اور نہ تجارت۔ اسلئے گھریلو حالات مالی اعتبار سے سخت رہتے تھے۔ مولانا محمد حسان غازی شہید کو ان حالات کا علم تھا اس وجہ سے کبھی پیسوں یا کسی اور چیز کا مطالبہ نہ کرتے بلکہ چپکے چپکے چھوٹی موٹی تجارت کرتے جو سبقوں پر اثر نہ ڈالتی اور اپنا کام چلاتے۔

سخاوت کا یہ عالم

جامعہ کے پرانے خدمت گزار محترم منظور حسین صاحب کہتے ہیں کہ مولانا محمد حسان شہید ایک مرتبہ کھانے پینے کی کچھ چیزیں شاپر میں ڈالے گھر کی طرف جا رہے تھے میں نے بطور دل لگی کے حسان سے کہا آپ کے ہاتھ میں کیا ہے مجھے دے دو تو مولانا محمد حسان غازی نے فوراً مسکرا کر میرے ہاتھ میں شاپر پکڑا دیا اور آگے چل پڑے۔ میں نے پیچھے سے آواز دیکر کہا حسان میں نے مزاح کیا تھا اپنی چیزیں واپس لے لو۔ میں نے آگے بڑھ کر حسان کی چیزیں اس کو واپس کر دیں اور اس کی ایثار و قربانی کو دیکھ کر میری محبت میں اور اضافہ ہو گیا۔

مولانا ظفر علی کا واقعہ

دار العلوم کراچی کے فاضل مولانا ظفر علی ہمارے علاقے کے رہنے والے ہیں۔

مجاہد ساتھی ہیں۔ وہ ایک مرتبہ اسلام آباد آئے اور محمد حسان غازی کیساتھ بیٹھے تھے۔ باتوں باتوں میں انہوں نے ذکر کیا کہ مجھے موبائل کی شدید ضرورت ہے تو مولانا محمد حسان غازی نے جیب سے موبائل نکال کر فوراً مجھے ہدیے کے طور دیدیا اللہ تعالیٰ نے موصوف کو اور بہت ساری صفات کیساتھ ساتھ سخاوت کے صفت سے بھی خوب نوازا تھا۔ دوستوں کو ہدایا خوب دیا کرتے اور ان کی دعوت کیا کرتے تھے۔

ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ

2005ء میں شدید زلزلہ آیا بہت سارے علاقے انتہائی متاثر ہوئے علامہ عبدالرشید غازی شہیدؒ نے القاسم فاؤنڈیشن کے پلیٹ فارم پر ان لوگوں کے امداد اور تعاون کا ایک وسیع سلسلہ شروع کیا اور کرڑوں روپے ان متاثرین میں تقسیم کیے اور ان متاثرہ علاقوں کی طرف رضارکار طلباء روانہ ہوئے تو مولانا محمد حسان غازی شہید والدہ صاحبہ سے شدید اصرار کر کے اجازت لی اور بالاکوٹ کے کمیپ میں جا کر مقیم ہو گئے اور کمیپ سے سامان اٹھا اٹھا کر دور دراز پہاڑوں پر سفر کرتے خوردونوش اور دیگر ضروریات زندگی کا سامان متاثرین کو پہنچاتے بعض پہاڑی علاقوں میں زلزلہ سے پہاڑ پھٹ گئے تھے اور بہت بڑے غار بن چکے تھے اور زلزلہ کی جھٹکے مسلسل آرہے تھے شدید خوف ہراس کی کیفیت تھی اس کے باوجود متاثرین درد غم کو اپنا غم سمجھتے ہوئے بالا خوف خطر ایک مہینے سے زائد بالاکوٹ کیمپ میں قیام کیا ایک مرتبہ پہاڑ سے گرے شدید چوٹیں آئیں تو گھر میں بالکل نہ بتلایا کافی دنوں کے بعد پانچہ کچھ اوپر ہو گیا تو زخم نظر آئے والدہ نے پوچھا یہ کیا ہوا کہا میں بالاکوٹ میں پہاڑ سے گر گیا تھا یہ زخم آئے تھے پوچھا مجھے کیوں نہ بتلایا کہا اس ڈر سے آپ دوبارہ جانے سے روک دیں گی القاسم فاؤنڈیشن کے کمیپ میں روزانہ متاثرین کی بڑی تعداد آتی متاثرین کی آڑ میں غیر متاثرین بھی آجاتے اور ان کا شدید اصرار

ہوتا کہ ہمارے ساتھ بھی تعاون کیا جائے تعاون نہ کرنے پر بہت برا بلا کہتے تو محمد حسان غازی کے ساتھی کہتے ہیں چونکہ مولانا محمد حسان غازی ہی نگران تھے اور تعاون نہ کرنے پر مختلف عورتیں اور مرد حسان کو بہت برا کہتے اور محمد حسان غازی انتہائی سنجیدگی اور متانت سے صبر کرتے اور ان کو یہ بتلاتے کہ ہماری یہ مجبوری ہے ہم نے ایک طریقہ کار وضع کیا ہے کہ ہمارے ساتھی متاثرین کے پاس پہنچ کر ان کی حالت کو دیکھ کر پرچی تقسیم کرتے ہیں اور ہم ان پرچیوں کی بنیاد پر مرکز سے تعاون کرتے ہے غرض یہ کہ تمام معاملات انتہائی صبر استقامت کیساتھ نبھاتے۔

مولانا محمد حسان غازی شہید کا جذبہ رحم

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ الحمد للہ انتہائی ذہین اور محنتی تھے۔ اس لئے ہمیشہ پوزیشن لیتے یا ممتاز نمبروں میں پاس ہوتے۔ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کی عادت یہ تھی کہ وہ کبھی اپنا نتیجہ نہ بتلاتے۔ ایک مرتبہ وہ ایک کتاب میں فیل ہو گئے لیکن گھر میں کسی کو نہ بتلایا۔ کسی ذریعے سے حضرت ام حسان صاحبہ کو معلوم ہوا کہ حسان ایک کتاب میں فیل ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس چیز کا ذکر مجھ سے کیا تو مجھے بھی تشویش ہوئی۔ میں نے دفتر تعلیمات میں ایک استاد کے ذمے لگایا کہ حسان کا یہ پرچہ نکال کر نمبر چیک کریں۔ اس استاد نے پرچہ نکال کر مجھے دکھایا تو الحمد للہ اس کتاب میں وہ اچھے نمبروں میں پاس تھا۔ لیکن غلطی سے حسان کے نمبر کسی اور طالب علم کے نمبروں میں لگ گئے تھے اور وہ طالب علم جو کہ اس کتاب میں فیل تھا اس کے نمبر حسان کے نتیجہ میں لگ گئے تھے۔ بہر حال باہر نتیجے میں تبدیلی کر دی گئی اور مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اس کتاب میں پاس ہو کر ممتاز نمبروں میں چلے گئے۔ وہ طالب علم اس کتاب میں فیل ہو کر مجموعی طور پر فیل ہو گیا۔ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے اپنی والدہ سے کہا: امی جان آپ نے اچھا نہیں کیا۔ میں تو ویسے ہی مجموعی

اعتبار سے پاس ہی تھا لیکن آپ نے نمبروں کی جو تحقیق کرائی۔اس کی وجہ سے وہ بے چارہ طالب علم فیل ہو گیا۔اس کا کتنا دل دکھا ہو گا کہ وہ پاس ہو کر فیل ہو گیا۔اس واقعے سے مولانا محمد حسان غازی کی بلند ہمتی اور خدا ترسی کا اندازہ ہوتا ہے۔اللہ رب العزت طلباء و طالبات کو ایسے ہی بلند جذبے اور قربانی کا جذبہ نصیب فرمائے۔

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کا شفقت و پیار

ایک مرتبہ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ مدرسے سے آیا تو اس کا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے جب دیکھا تو اس سے پوچھا کہ بیٹا کیا ہوا۔ وہ کہنے لگا کہ ابو کچھ بھی نہیں بس۔ایک طالب علم غلطی سے امتحانی گتا لہرا رہا تھا کہ اس کے اوپر کا لوہا میری آبرو کے قریب آ لگا، اس سے زخمی ہو گیا ہوں۔میں فوری طور پر حسان کو ہسپتال لے گیا تو اس کو کئی ٹانکے لگے۔محمد حسان غازی شہیدؒ نے اس واقعے پر کوئی برہمی کا اظہار نہ کیا اور نہ یہ کہا کہ اس طالب علم نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔اس کو آپ ڈانٹیں یا اس کی آپ سرزنش کریں۔ بلکہ اس طالب علم کا دفاع کیا کہ ابو اس سے غلطی سے ایسا ہو گیا ہے۔اسے آپ کچھ مت کہیں۔

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کا اوپر والی منزل میں رہنا:

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کا جسم چونکہ قدرے بھاری تھا اس لئے ان کو گرمی بہت زیادہ لگتی تھی۔ جامعہ فریدیہ میں جب ہر سال کمروں کی تقسیم ہوتی تو مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو دار عمرؓ کی اوپر والی منزل میں جگہ ملتی تھی۔مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے کبھی بھی اس سلسلے میں مجھ سے شکوہ نہیں کیا اور نہ ہی ناظم دارالاقامہ کے لئے سفارش کروائی۔وہ صبر و تحمل کے ساتھ سخت گرمی میں بھی آخری منزل کے کمرے میں گزارا کرتے رہے۔ مجھے بعض اساتذہ نے توجہ دلائی کہ آپ ناظم دارالاقامہ سے محمد حسان غازی شہیدؒ کے لئے

سفارش کریں کہ وہ ان کو نچلی منزل میں جگہ دے دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ جامعہ کے سارے بچے میرے بچے ہیں اس لئے میرا دل نہیں چاہتا کہ حسان کو نیچے کسی کمرے میں جگہ دے دی جائے اور اس کی جگہ اوپر والی منزل میں کسی اور طالب علم کو بھیج دیا جائے۔

اپنے ساتھیوں کی فکر

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اپنے ساتھیوں کی خوب فکر کیا کرتے تھے اور ساتھیوں پر رہائشی کمروں کی چیزوں کا بوجھ کم سے کم ڈالتے تھے۔ وہ ہر سال اپنے کمرے کے پردے، کولر اور دیگر اشیاء کے لئے رقم کا انتظام کر کے بڑے اہتمام سے ان چیزوں کو خریدتے۔ اس کے علاوہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرتے تھے۔ جمعرات کے دن اکثر غریب طلبہ کی دعوت کیا کرتے اور ان کے لئے والدہ اور بہنوں سے بڑے اہتمام سے کھانا پکوایا کرتے تھے۔

سخاوت وقربانی کا انوکھا انداز:

حضرت ام حسان صاحبہ کہتی ہیں کہ حسان ابھی درجہ متوسطہ کا طالب علم تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ محمد حسان غازی شہیدؒ کے پاس بستر نہیں ہے۔ حسان سردیوں کے موسم میں ایک چادر میں خاموشی سے لیٹ جاتا ہے۔ میں نے محمد حسان غازی شہیدؒ کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ بیٹا تمہارا بستر کہاں گیا۔ محمد حسان غازی شہیدؒ نے جواب دیا امی جان بستر کی کسی کو شدید ضرورت تھی۔ میں نے بستر اس کو دے دیا۔ آپ کو میں نے اس لئے نہیں بتایا کہ آپ پریشان نہ ہو جائیں۔ غرض یہ کہ ایک مہینے کے بعد والدہ کو پتہ چلا کہ حسان سردی کی راتوں میں ایک چادر کے اندر سوتا ہے۔

حسان کا ایک تربیت کورس میں پوزیشن لینا:

حضرت ام حسان صاحبہ کہتی ہیں کہ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے ایک کورس

میں داخلہ لیا اور اس کے امتحان میں پوزیشن حاصل کی۔ لیکن گھر میں کسی کو بھی نہ بتلایا۔ شہادت کے بعد اس کی جو کتابیں ملیں، ان کتابوں میں اس کورس کا سٹیفکیٹ موجود تھا۔ جس کورس میں اس نے پوزیشن لی تھی۔ اس کی والدہ فرماتی ہیں کہ اس بارے میں اس نے مجھے کبھی نہ بتلایا۔

خوبصورت لکھائی

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے ہر میدان میں خوب محنت کی۔ اسی طرح لکھائی کے میدان میں بھی اس نے خوب محنت کی۔ اس نے بعض اساتذہ سے خطاطی سیکھی۔ اس لئے محمد حسان غازی شہیدؒ کا خط بہت ہی پیارا تھا۔

حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ پر خصوصی احسان فرمایا کہ تھوڑی سی عمر میں ہی ان کو تین مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے تین عمرے کئے۔ پہلا عمرہ تو کافی چھوٹی عمر میں کیا۔ پہلا عمرہ اپنے دادا جان حضرت مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کی گود میں کیا۔

حساب دانی

حضرت ام حسان صاحبہ کہتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ راولپنڈی سے جامعہ حفصہ شہیدہؓ کے لئے ستر ہزار سے کچھ اوپر کا سامان خرید کر لائی۔ جب میں حساب کرنے بیٹھی تو یوں لگ رہا تھا جیسے میں نے ایک لاکھ سے زائد رقم خرچ کی ہے۔ جبکہ سامان ستر ہزار سے کچھ اوپر کا تھا۔ میں کافی دیر سے بیٹھی حساب کر رہی تھی۔ لیکن حساب برابر نہیں ہو رہا تھا۔ میری پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ جب مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کہ امی جان آپ کیوں پریشان ہیں۔ میں نے اس کو مسئلہ بتلایا۔ اس نے کہا کہ آپ ساری چیزوں کے بل مجھے دے دیں اور

بتائیں کہ آپ کے پاس کتنی رقم تھی اور اب کتنی بچی ہوئی ہے۔ میں نے سارے بل اسے دے دیئے۔ دس منٹ بھی نہ گذرے تھے اس نے سارا حساب برابر کر کے میرے سامنے رکھ دیا۔

اگر ممکن ہو!

حضرت ام حسان صاحبہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ محمد حسان غازی شہیدؒ آ کر دو زانوں ہو کر میرے سامنے بیٹھ گیا اور بڑے ادب سے کہنے لگا کہ مالی حالات کی پریشانی کا مجھے علم ہے لیکن میرے جوتے بہت زیادہ پھٹ چکے ہیں۔ اب استعمال کے قابل نہیں رہے اگر ممکن ہو تو مجھے پیسے دے دیں۔ آج کل کے بچوں کو اس انداز پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کتنی چیزوں کے بارے میں والدین کو پریشان کرتے ہیں اور پیسے لینے کے لئے ضد کرتے ہیں۔ لیکن حسان شہیدؒ کا دوزانو بیٹھ کر یہ جملہ ''اگر ممکن ہو!'' کہنا اپنے اندر بہت بڑا سبق رکھتا ہے۔

کتابوں کی حفاظت اور کاپی بنانے کا اہتمام

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اپنی کتابوں کی بہت زیادہ حفاظت کرتے تھے اور انہیں صاف ستھرا رکھتے تھے۔ اکثر جو سبق پڑھتے اس سبق کی کاپی بہت ہی خوبصورت انداز میں لکھا کرتے تھے۔

قربانی کے جانور لانے کے لئے خوب سعی:

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کے اندر قربانی کا بہت زیادہ جذبہ تھا۔ ان کو خصوصاً وہ کام پسند تھے جن میں خوب جدوجہد و جانفشانی ہو۔ ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر لال مسجد و جامعہ فریدیہ میں اجتماعی قربانی کی ترتیب بنائی جاتی ہے۔ اجتماعی قربانی کے لئے جانوروں کی خریداری اور ان کو سنبھالنا ایک انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ

ان دونوں کاموں میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ سارا دن جانوروں کی خریداری میں لگاتے۔ شام کو واپس آ کر ان کو سنبھالتے۔ یہ ساری محنت صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر کرتے۔ حالانکہ جو حضرات جانوروں کی خریداری اور نگرانی کرتے ان کو جامعہ کی طرف سے ایک مناسب رقم دی جاتی۔ لیکن محمد حسان شہیدؒ نے اس معاملے میں کبھی بھی رقم نہ لی۔

قربانی والے جانوروں سے پیار

قربانی والے جانوروں سے بہت زیادہ پیار کرتے۔ اپنے گھر کے لئے ہمیشہ خوبصورت جانور خریدنے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی سے ایک خوبصورت جانور خریدا۔ اس آدمی نے اس بیل کو پیار کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے گھر کا بیل ہے اس لئے اس کا خوب خیال کرنا۔ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے فوراً اس بیل کو پیار کیا اور اس سے کہا کہ انشاء اللہ میں اس کا خوب خیال کروں گا۔ جب گھر لے کر آئے تو وہ بیل چارہ نہ کھاتا تھا۔ تو محمد حسان غازی شہیدؒ نے اس بیل کو پیار سے مانوس کیا۔ آدھا پونہ گھنٹہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر چارہ کھلایا۔

قربانی کے جانوروں کو تنگ کرنے اور مارنے سے منع کرنا

ایک مرتبہ ایک جانور کو لایا گیا۔ وہ بہت ہی اکھڑ مزاج تھا۔ وہ طلبہ سے لڑتا تھا۔ کئی طلبہ نے ڈنڈے لے کر اس کو مارنا شروع کر دیا۔ جب مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو پتہ چلا تو وہ فوراً وہاں تشریف لے گئے۔ ان سے کہا کہ یہ جانور ہے ناسمجھ ہے۔ یہ یہاں نیا نیا آیا ہے اس لئے پریشان ہے۔ اس کو مارو مت بلکہ اس کو کھلاؤ پلاؤ تو یہ مانوس ہو جائے گا۔ ایک طالب علم کو وہاں نگران مقرر کر دیا تا کہ اس کو کوئی نہ مارے۔

بڑوں کا ادب

ایک مرتبہ جامعہ حفصہ شہیدہ پر پولیس کا چھاپہ پڑا۔ سارے طلبہ میں غم وغصہ پیدا ہوا۔ طلباء ڈنڈے وغیرہ لے کر باہر نکلے اور پولیس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کے پھوپھا محترم خالد صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں نے حسان کو دیکھا کہ ساتھیوں سمیت ڈنڈہ لے کر پولیس والوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے فوراً مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو ڈانٹا کہ حسان آرام سے واپس چلے جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ حسان فوراً اپنا رخ پھیر کر مدرسے کی طرف واپس چل پڑا۔ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اس طرح بڑوں کا حکم ماننے سے میں بہت متأثر ہوا۔

اپنے بیٹے کو بچالو

تقریباً 9 جولائی کو میرے پاس بڑے افسران آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کا ایک ہی بیٹا ہے۔ آپ اس کو بچانے کی کوشش کریں۔ آپ اس کو فون کر دیں کہ وہ باہر نکل آئے۔ ہم اس کو بحفاظت نکال لیں گے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ مجھے تو اپنے بچ جانے کا غم ہے۔ اگر تم مجھے ابھی چھوڑ دو تو میں باہر رہنے سے زیادہ جامعہ سیدہ حفصہ میں رہ کر شہید ہو جانے کو ترجیح دوں گا۔ میں قطعاً فون نہیں کروں گا۔ آج اگر میرے سو بیٹے بھی ہوتے تو میں انہیں دین اسلام کی خاطر قربان ہونے دیتا۔

قبر مبارک

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کی قبر مبارک H-11 کے مبارک قبرستان میں ہے۔ جہاں لال مسجد کے شہیدوں کی ایک بڑی تعداد آرام فرما رہی ہے۔

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اوران کے برادر نسبتی

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کی نسبت جامعہ حفصہ شہیدہ کی ایک انتہائی نیک صالحہ متقیہ استانی بنت اشرف کے ساتھ ہو چکی تھی ۔لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اپنے برادر نسبتی مولانا ضیاءالدین بن اشرف سمیت شہادت سے سرفراز ہو گئے ۔ H-11 کے قبرستان میں مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کے پاؤں کی جانب مولانا ضیاءالدین بن اشرف کی قبر مبارک بھی ہے ۔حضرت معلّمہ بنت اشرف کے لئے اگر چہ دنیوی اعتبار سے تو یہ عظیم صدمہ ہے لیکن اخروی اعتبار سے دوہری سعادت ہے ۔ان کا بھائی بھی اللہ رب العزت کے راستے میں شہید ہوا اور عنقریب بننے والا دولھا بھی اللہ رب العزت کے راستے میں شہید ہو گیا۔

میں اپنے خون سے یہ دھبہ دھونگا

سانحہ لال مسجد میں بندہ کی گرفتاری اور دھوکے سے میڈیا کے سامنے سکورٹی کا بہانا بنا کر برقعہ میں پیش کیا جانا ایک سازش تھا اور سوچا گیا کہ اسطرح پیش کرنے سے پوری دنیا میں میری بدنامی ہوگی اور نفاذ اسلام کی کوششوں کو بڑا دھچکا لگے گا،لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے باطل کی تدبیروں کوانہی پر الٹ دیا کہ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اور عزیز اقارب اور شاگردوں کے دل میں اس واقع سے شدید غم وغصہ پیدا ہوا اورانہوں نے اللہ کی راہ اپنی جانیں دینے کا فیصلہ کرلیا۔مولانا محمد حسان غازیؒ کے کئی دوستوں نے اسکو بار بار نکلنے کیلئے اور سرنڈر کرنے کیلئے کہا لیکن اسکا ایک ہی جواب تھا کہ والد صاحب کو برقعہ پہنا کر جو میڈیا کے سامنے پیش کیا اور انکی ذات پر بہت بڑا دھبہ لگایا ہے میں اپنا خون دیکر اس دھبہ کو دھونگا اور یہی ہوا کہ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اس کے ساتھ دیگر طلباء اور طالبات نے بھی عظیم قربانیاں پیش کر کے مخالفین کی زبانوں پر تالے ڈال گئے ۔

قبر مبارک سے خوشبو

لال مسجد و جامعہ حفصہ کے تمام طلباء و طالبات کی قبروں سے خوشبو آئی۔اس چیز کے لاکھوں گواہ پورے ملک میں موجود ہیں۔اسی طرح مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کی قبر مبارک سے مختلف اوقات میں خوشبو مہکی۔سینکڑوں لوگ آج بھی اس پر گواہ کے طور پر موجود ہیں۔

حضرت ام حسان صاحبہ اور بنت عبدالحمید باجی جو کہ جامعہ حفصہؓ کی حدیث کی استانی ہیں وہ ۲۰۱۰ء میں ایک بار قبرستان گئی۔اور ان دنوں میں اسلام آباد میں خوب بارشیں ہوئی تھیں اور بہت ساری قبریں بیٹھ گئی تھیں۔جب مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کی قبر پر پہنچی تو دیکھا کہ بارش کی وجہ سے قبر میں ایک جانب کافی سوراخ بن گیا ہے۔ام حسان صاحبہ نے ان سے کہا کہ مٹی سے اس حصے کو بھر کر لپائی کر دو۔وہ بیٹھی تو اس سوراخ سے خوشبو آ رہی تھی تو ام حسان صاحبہ کو انہوں نے قریب بلایا اور انہوں نے بھی اس خوشبو کو سونگھا پھر بنت عبدالحمید باجی اور ان کے ساتھ ایک اور استانی بھی تھیں۔انہوں نے مل کر سوراخ کو بند کیا اور جب واپس گھر کی طرف روانہ ہوئیں تو دیکھا کہ ہاتھوں سے خوشبو آ رہی ہے۔پھر وہ جامعہ حفصہ پہنچی تو بدستور ہاتھوں سے خوشبو مہک رہی تھی تو انہوں نے دورہ حدیث کی ساری طالبات اور تمام استانیوں کو بھی وہ خوشبو سونگھائی۔

اللھم نور قبور جمیع شھداء المسجد الاحمر وجمیع شھداء باکستان وافغانستان والعراق والشام وکشمیر وفلسطین. اللھم ارحمھم عدد صفاتک وعدد مخلوقاتک وعدداوراق الاشجار وعدد قطرات البحار. اللھم اجعل شھادتھم سببا للخلافة الاسلامیة فی جمیع العالم. (آمین)

علماء کرام کا کردار

الحمدللہ الذی جعل العلماء لرد الکفر وتشریح الاسلام والصلوۃوالسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ الکرام امابعد فاعوذباللہ من الشطین الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وقال النبی ﷺ العلماء ورثۃ الانبیا ء صدق اللہ العظیم

دین کا وقار ہیں ملت کی آبرو　　عزم ویقین سے ان کے لرزتا ہے ہرعدو
للکارتے ہیں دشمن مذہب کو اس طرح　　کہ جنگل میں کوئی شیر گرجتا ہو جس طرح

قابل صدعزت وتکریم حضرات علماء کرام اورمحترم سامعین آج میں آپ کے سامنے جس موضوع پرلب کشائی کا جسارت حاصل کرنے لگا ہوں وہ ہے ان بوریانشین علماء نے اس امت کو کیا دیا

سامعین محترم تاریخ اسلام کے کشادہ سینے پر فتح ومسرت کا سجیلا پن بھی ہے اور وقتی شکست وہزیمت کے رستے زخم بھی اس کا چپہ چپہ اہل وفاء کے سدابہار کارناموں کی خوشبوئے وفا سے معطر بھی ہے اورقدم قدم پر دین کے غداروں کی ضمیر فروشی کے بھبکے بھی ہیں۔

سامعین محترم آج میری زبان چندایسی برگزیدہ ہستیوں کے تذکرے کوسمونے کی کوشش کررہی ہے جن کے بارے میں رب کائنات نے ارشادفرمایا:''**انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**'' اورجن کے بارے میں زبان نبوت سےفرمان جاری ہوا ''**العلما ء ورثۃ الانبیا ء** ''جی ہاں یہ بوریانشین علماء ہی تو تھے جوقیامت خیزطوفانوں سے الجھ گئے جو صاعقہ پردش فضاؤں سے ہم کلام ہوئے جن کے راستے میں بجلیاں کوندتی رہیں بم

برستے رہے فضاء گونجتی رہی زمین تڑپتی رہی لیکن انہوں نے امت کو حق بات بتانا نہیں چھوڑا ،صداقت وشجاعت کا پرچم تھامے رکھا ، یہ بوریا نشین علماء ہی تو تھے جنہوں نے روکھی سوکھی روٹی کھا کر امت میں نبی ﷺ کی وراثت کو منتقل کیا ، یہ بوریا نشین علماء ہی تو تھے جنہوں نے مسلمانوں کا ناطہ ان کے دین سے جوڑے رکھنے کیلئے شہر شہر ،قریہ قریہ ،بستی بستی ،مساجد کھولیں مدارس بنائے ، یہ بوریا نشین علماء ہی تو تھے کہ جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنے بھائیوں کی مخالفتیں سہیں ،طعنوں اور پھبتیوں کے گھائل کرنے والے تیر سہے ارے یہ بوریا نشین علماء ہی تو تھے کہ جب پہاڑوں پہ واقع بستیاں نیند کے آغوش میں ہوتی ہے جب سرد ہواؤں کی منہ زور موجیں ٹکراتی ہیں ،جب برق وباراں کی گھٹائیں چھاجاتی ہیں آندھیوں کے جکھڑ چلتے ہیں اور سردی کی بے رحم لہریں ہڈیوں کے گودے تک میں سیرایت کرتی ہیں تو علماء اس بدلتی رت مین رات کے آخری پہر بستر چھوڑتے ہیں اور مصلے پہ اپنے رب کے سامنے نالہء شیون کرتے ہیں چنانچہ رب کی رحمت کو جوش آتا ہے اورعذاب جوامت کے گناہوں کے سبب لکھ دیا گیا ہوتا ہے وہ بادلوں کی طرح چھٹ جایا کرتا ہے۔

سامعین محترم!

ان بوریا نشین علماء نے امت کو کیا کچھ نہیں دیا ،کون سا ایسا احسان ہے جو انہوں نے امت پر نہیں کیا کونسا چراغ ہے جوانہوں نے امت کے لئے نہیں جلایا ذرا غور کرنا امت کو ضرورت فقہیہ کی پڑی تو امام ابوحنیفہؒ آ گئے ....امت کو ضرورت مجاہد کی پڑی تو عبداللہ بن مبارک آ گئے ....امت کو ضرورت زاہد کی پڑی تو جنید بغدادی آ گئے ....امت کو ضرورت حق گوئی کی پڑی تو امام مالک آ گئے ....امت کو ضرورت استقامت کی پڑی تو امام احمد بن حنبل آ گئے ....امت کو ضرورت حافظ الحدیث کی پڑی تو امام بخاری آ گئے ....امت کو ضرورت جرأت سے بات کرنے کی پڑی

تو امام ابن تیمیہ آ گئے ....امت کو ضرورت افکار ونظریات کی پڑی تو امام غزالی آ گئے ....امت کو ضرورت دلائل سے بات کرنے پڑی تو علامہ ابن جوزی آ گئے ....امت کو ضرورت رہبر کی پڑی تو مجد د الف ثانی آ گئے ....امت کو ضرورت پیشواؤ مقتدا کی پڑی تو شاہ ولی اللہ آ گئے ....امت کو ضرورت حجۃ الاسلام کی پڑی تو مولانا محمد قاسم نانوتوی آ گئے ....امت کو ضرورت سپہ سالار کی پڑی تو سید احمد شہید آ گئے ....امت کو ضرورت نڈر رہنما کی پڑی تو شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی آ گئے ....امت کو ضرورت حکیم کی پڑی تو عبید اللہ سندھی آ گئے ......امت کو ضرورت زندان آباد کرنے پڑی تو جعفر تھانیسری آ گئے ....امت کو ضرورت علم بحر بیکراں کی پڑی تو علامہ انوار شاہ کشمیری آ گئے ......امت کو ضرورت شیخ الحدیث کی پڑی تو سید حسین احمد مدنی آ گئے ...امت کو ضرورت تصوف کی پڑی تو مولانا اشرف علی تھانوی آ گئے ....امت کو ضرورت نڈر اور بے باک مجاہد کی پڑی تو علامہ شبیر احمد عثمانی آ گئے ....امت کو ضرورت ادیب کی پڑی تو ابوالکلام آزاد آ گئے ....امت کو ضرورت مقرر وخطیب کی پڑی تو میرا شاہ جی قمار خانوں میں گرجنے لگا.......امت کو ضرورت شیخ التفسیر کی پڑی تو احمد علی لاہوری آ گئے ....امت کو ضرورت دعوت تبلیغ کی پڑی تو مولانا محمد الیاس آ گئے ......امت کو ضرورت شیخ القرآن کی پڑی تو مولانا غلام اللہ خان آ گئے ......امت کو ضرورت مدارس بنانے کی پڑی مولانا یوسف بنوری آ گئے امت کو ضرورت ناموس رسالت کے تحفظ کی پڑی تو منظور چنیوٹی آ گئے امت کو ضرورت ناموس صحابہ کی پڑی تو مولانا حق نواز جھنگوی آ گئے ....امت کو ضرورت تدبر کی پڑی تو مفتی محمود آ گئے ....امت کو ضرورت اخبار اور رسائل کی پڑی تو مفتی رشید احمد آ گئے ......امت کو ضرورت حق گو امام کی پڑی مولانا عبد اللہ غازی شہید آ گئے..........امت کو ضرورت خون کی پڑی تو مولانا اعظم طارق خون کی ندیاں بہا گیا....امت کو ضرورت مدرس اور مفتی کی

پڑی تو مفتی نظام الدین شامزی آ گئے ..ارے امت کو ضرورت کسی مرد آہن کسی شمشیر بے نیام کی پڑی تو انہی علماء کے ہاتھوں پلا ہو ملا محمد عمر مجاہد وائٹ ہاؤس کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے میدان میں آ گیا.....علماء کی اس شان وعزت کو شاعر جب دیکھتا ہے تو تڑپ کر پکار اٹھتا ہے۔

تخت اور تاج میں سے ایک چنا کرتے ہیں
ہتھکڑی ہو کہ سولی چوم لیا کرتے ہیں

یہ علماء عجب شان سے دنیا میں جیا کرتے ہیں
کبھی منبر کبھی مسجد کبھی زینت زندان بنا کرتے ہیں

وما علینا الا البلاغ

سانحہ افغانستان وعراق

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم امابعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم قال تبارک و تعالیٰ ان الله اشتری من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنه. وقال النبی ﷺ الجهاد ماض الیٰ یوم القیامه صدق الله العظیمo

انتہائی واجب الاحترام حضرات اساتذہ کرام اور معزز مہمانان گرامی اور گلشن اسلامی کے مہکتے ہوئے پھولو داغ داغ اجالے لئے شب گزیدہ کی موسم کی بے کیفی میں کبھی آہ لب سے نکلتی ہے اور کبھی اشک آنکھ سے ڈھلنے لگتے ہیں کوئی تمنا برآئی تو دل کے آنگن میں ہزار تمناؤں کی فصل لہلہانے لگی اور کسی کا خون ہوا تو حسرتوں بھری ناامیدی کی ڈستی اداسی چھانے لگی امید و بیم اور آس و یاس کی کش مکش کے اس عالم سے ہر دردمند مسلمان دوچار رہے نائن الیون کے بعد چند ماہ دل ویران انگنت پھول کھلے اور مرجھائے رقص ابلیس کے فسوں کاری کے دوران خام تمناؤں کے دشت بے آب وگیاہ کے سفر میں نہ جانے کتنے ہی آبلے بنے ابھرے اور پھوٹ پھوٹ کر روئے اور بالآخر امریکہ کا بدمست ہاتھی پہلے افغانستان اور پھر عراق پہ چڑھ دوڑ ا دو مسلمان ملکوں میں دریائے آب وخون کی طغیانی پورے عالم اسلام نے دیکھی اور اس کی دردناک موجیں مسلمانوں کی شکست وریخت ان کے انحطاط وزوال ان کے اختلاف وانتشار ان کی بے بسی اور بے کسی کے ساحل سے ٹکراتی رہی بغداد میں ہزاروں خواتین اور معصوم بچوں کا غم مسلمانوں کی بے ہمتی اور نامرادی کا افسانہ خاں بن کے لوح ایام کو اداس کرتا رہا ڈیزی کٹر بموں اور B.52 کی کارپیٹ بمباری اسلامی دنیا کے قلب میں زخم کے خنجر کھونپتی رہی لیکن میرے دوستو! اس دردناک داستان کا جب سے

آغاز ہوا ہے تب سے اس کے دفاع وحفاظت کے لئے اہل جنون کا ایک قافلہ آبلہ پا بھی سفر میں ہے اس چاک گریباں قافلے کی راہ میں سنگ گراں آتے رہے چٹانیں ٹکراتی رہیں بجلیاں چمکتی رہیں اور نئے زمانے کی سہلانے والی ہوش ربا ہوائیں چلتی رہیں لیکن اس قافلے نے سودائے عشق وفا میں ایک ہی جان کے چلے جانے کو کبھی ضیاع نہیں سمجھا اور یہ مرحلہ جب بھی آیا وہ آگے بڑھا ایک ہی جست میں سارا قصہ تمام کر دیا دنیا آج بھی اس کا مشاہدہ کر رہی ہے زندگی پہ بوجھ بنا کوئی بوڑھا نہیں جوانی کی جو بن بہاروں سے بھر پور نوجوان اٹھتا ہے جسم بارود سے سجتا ہے اور لمحوں میں کفر کے غرور کو خاک میں ملا کر خود جنت الفردوس کا شہزادہ بن جاتا ہے طرابلس کا امام سُنوسی کوہ قاف کا امام شامل مصر کا ظواہری سعودیہ کا بن لادن عراق کا زرقاوی اور دیس غزنوی کا وہ مرد کوہستانی امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاھد حفظہ اللہ تعالیٰ اسی قافلے کے میر کارواں تو ٹھہرے ہیں۔

بقول شاعر

آگ توپوں کے دھانوں سے اڑانے والے
نام کفار کی فوجوں کا مٹانے والے
سینہ تانے ہوئے میداں میں آنے والے
دبدبہ اپنی شجاعت کا بٹھانے والے
اپنے اللہ کی تقدیر کے بل بوتے پر
کفر کے فوج کو خاطر میں نہ لانے والے
ان سے جو شخص بھی الجھے گا وہ مٹ جائے گا
یہ ہیں دریاؤں سے طوفان اٹھانے والے

سامعین محترم!

1979ء، 1980ء میں روسی افواج افغانستان میں باقاعدہ داخل ہوگئیں سرخ

سیلاب کی نظریں براہ راست سمندر پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی نظر میں سرزمین افغانستان ایک مسافر خانے سے بڑھ کر نہ تھی مگر افغان علماء کی طرف سے جہاد کے فتوے کا جاری ہونا تھا کہ روسی فوج کے خلاف وہ سخت ترین مزاحمت شروع ہوگئی کہ جس کا نتیجہ سویت یونین کہ ٹکڑوں کی شکل میں سامنے آیا اور روسی فوج کے انخلاء کے بعد وہ بدترین خانہ جنگی ہوئی کہ جس کا اختتام طالبان اور امارت اسلامیہ افغانستان کے سورج کی طلوع کی صورت میں ہوا پھر دور فاروقی کی یاد تازہ ہوگئی پھر کابل کی گلیوں میں شراب انڈیل دی گئی پھر قندھار کے گلی کوچے امن وسکون کا گہوارہ بن گئے پھر ریڈیو پر شیطانی آوازوں کے تعفن کی جگہ قرآنی تلاوت نشر ہونے لگی مگر عالم کفر کو یہ خالص اسلامی سلطنت کب منظور تھی۔

11 ستمبر کے حملوں کو بہانہ بنا کر اتحادی افواج دنیا کے کمزور ترین ملک پہ چڑھ دوڑیں اجرتی اونٹ کا کردار ادا کرتے ہوئے پاکستان نے اپنے ہوائی اڈے امریکہ کی جھولی میں ڈال دیئے اور ایک تباہ حال ملک کو پھر سے تباہ کرنے کا رقص ابلیس اپنے عروج پر پہنچ گیا افغانی اور عرب مجاہدین کی شہادت کے دردناک مناظر کا پوری دنیا نے مشاہدہ کیا شبرغان کی عقوبت خانوں کی طرف جانے والے کنٹینروں میں مجاہدین کے گھٹتے اجسام سے ہزاروں سعادت مند ارواح نے پرواز کیا تورابورا میں عرب مجاہدین پر کروز میزائل کی برسات کردی گئی گوانتانا موبے کی صورت میں شعب ابی طالب پھر سے زندہ ہوگئی مگر اس سب کے باوجود اتحادی افواج کو کچھ بھی تو حاصل نہ ہوا ڈیزی کٹر بموں کی بارش کے باوجود آج بھی افغان بچے کا جذبہ عروج پہ ہے آج بھی جوان فدائی حملے کے لئے تیار بیٹھا ہے آج بھی بوڑھا سینے پہ گولی کھانے کی بوجھ محسوس نہیں کرتا آج بھی بیوی شوہر کی لاش پہ نوحہ نہیں کرتی آج بھی مائیں بیٹوں کی شہادت پہ فخر کرتی ہیں ارے اس قافلے کا کوئی شاہین جب جھکا بھی نہیں رکا بھی نہیں تھک کے گرا بھی نہیں کسی کے پائے استقلال میں لغزش تک نہ آئی تو پھر مجھے کہنے دو۔

کچھ اہل ستم کچھ اہل ہشم میخانہ گرانے آئے تھے
دہلیز کو چوم کے چھوڑ گئے دیکھا کہ یہ پتھر بھاری ہے
زخموں سے جسم گلزار سہی تم اپنے شکستہ تیر گنو
خود اہل ترکش کہہ دیں گے یہ بازی کس نے ہاری ہے

سامعین محترم!

دیس غزنوی کے بعد آج عراق اور بغداد کے باسیوں کا بھی یہی عالم ہے ان کی آبادیاں اجڑ رہی ہیں ان کی تمناؤں اور آرزوؤں کے مرکز کٹ رہے ہیں وہ جگر گوشوں کے داغ جدائی سہہ رہے ہیں ہر سمت بگولوں کا راج اور لٹیروں کا رواج ہے بزم طرب عہد کرب میں ڈھل چکی ہے اور صبح خنداں شام فسردگی میں بدل چکی ہے غم آشنا بغداد تو کتنے غم سہہ چکا ہے تو نے دس فروری 1228ء کا حادثہ سہا 1401ء کو تیمور لنگ کا حملہ دیکھا 1508ء کو اسماعیل زخمی کا قتل عام دیکھا 1622ء کو ایرانی شاہ عباس کی یلغار کا سامنا کیا 1917ء کو انگریز جنرل ماٹ کی بربریت برداشت کی 91 کی آگ اور شعلے دیکھے اور آج یہ ایک بار پھر تیری بے خواب آنکھوں کے سامنے آگ اور بارود کا الاؤ بھڑک چکا ہے دل دہلانے والے فلک شگاف دھماکوں سے جنید بغدادی کا دیس رات بھر لرزتا ہے سہمے ہوئے بچے ماؤں سے لپٹ جاتے ہیں ابھی ایک دھماکے سے ان کی شروع ہونے والی ہچکیاں بند نہیں ہوئی تھیں کہ ایک اور بم در و دیوار کو لرزا دیتا ہے ایک ماں کی ممتا پر بمباری کی اس طویل رات میں کیا قیامت گزرتی ہے اسے لفظوں کی زبان نہیں دی جا سکتی لیکن میرے دوستو یہ خیال درست نہیں کہ کفر کی آغوش میں چلے جانے کے بعد ابلیسی چھٹکوں سے ان کے ایمان کی امارت زمین بوس ہو جائے گی مسلمانوں محمد عربی ﷺ کا **الجهاد ماضٍ الیٰ یوم القیامه** کا وعدہ سچا ہے کہ حق و باطل کے معرکے جاری رہیں گے کفر و اسلام کی کش مکش ہمیشہ رہے گی صداقتوں کی صدا لگانے والے فنا تو ہو سکتے ہیں لیکن صدائے حق نہیں مٹ سکتی جفا کی تیغ وفا شعاروں

کی گردن کاٹ تو سکتی ہے مگر رب کعبہ کی قسم جھکا نہیں سکتی اس لئے ضرورت ان ہاتھوں کو مضبوط کرنے کی ہے جنہوں نے اسلام کا پرچم تھاما ہے استحکام ان قدموں کو بخشنا چاہئے جو راہ حق کی رکاوٹیں عبور کرنے کیلئے بڑھ رہے ہیں جو حالات کے جبر سے اپنی صداقتوں پر سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں جو شب ظلمت میں باب سحر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے یہ اعلان کررہے ہیں۔

بتوں کے شہر میں جا کر خدا کا نام لکھ دینا
جہاں پہ کفر لکھا ہو وہیں اسلام لکھ دینا
اگر وہ صلح کے پھولوں کو پاؤں تلے مسل ڈالیں
تو شاخ گل کی ہر پتی پہ قتل عام لکھ دینا

وما علینا الا البلاغ المبین

نوٹ؛ مولانا محمد حسان غازی شہید کی تقاریر ملاحظہ فرمائیں۔

jamiahafsa313@yahoo.com

ختم نبوت

نحمدهُ ونصلی علی رسوله الكريم امابعد فاعوذ باالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم O ماكان محمد ابا احد من الرجا لكم ولكن الرسول الله وخاتم النبين O قال رسول الله ﷺ انا خاتم النبين لا نبی بعدی.

سلام ان پر جنہوں نے غنچہ اسلام کی خوں سے حفاظت کی
سلام ان پر محمد کی نبوت پہ جنہوں نے جان تک دے دی
سلام ان پر کہ جو کچھ اس طرح ظالموں سے ٹکرائے
کہ جیسے شیر جنگل میں کسی گیدڑ پر غرائے

میرے انتہائی واجب احترام حضرات اساتذہ کرام معزز مہمانان گرامی اور گلشن اسلامی کے مہکتے ہوئے پھولو! جب سورج کی کرنوں نے پہلی مرتبہ زمین کو سلامی دی جب بادنسیم نے پہلی مرتبہ طلوع سحر کے وقت اپنے فن کا مظاہرہ کیا جب شبنم نے پہلی مرتبہ پھولوں کو وضو کروایا اس وقت سے لیکر آج تلک زمانہ رنگ ادلتا بدلتا رہا بادل گرجتے برستے رہے شعلے بھڑکتے لپکتے رہے طوفان اٹھتے چھٹتے رہے آندھیاں آتی جاتی رہی اور تاریخ بنتی بگڑتی رہی اور جب بھی کسی قوم میں شیطان لعین کے جراثیم خبیثہ زور پکڑنے لگے تو رب رحیم نے اپنے رسولوں کو مبعوث کر کے ان جراثیم کا ازالہ کر دیا اور سب سے آخر میں رب کائنات نے عرب کے بے آب وگیاہ کالے صحرا میں فاران کی چوٹیوں سے نبوت کا آخری سورج طلوع کر کے ضیاء بادسحر کا ساتھ دے کر بھیجا کہ جس نے روشنی سے محروم دنیا کو جگمگا ڈالا کہ جس کی وجہ سے گلستان مہکنے لگے غنچے چٹکنے لگے پھول کھلنے لگے اور خالق نے اپنی محبت واطاعت کو اسی ذات اقدس سے وابستہ کر دیا یہی باعث اس امر کا کہ مالک دو جہاں اس کی شان میں

ہلکی شوخی اور ادنیٰ سی گستاخی بھی برداشت نہیں کرتا نہ کسی کہ ماتھے کی کوئی سلوٹ نہ نگاہوں کا کوئی زاویہ نہ ہونٹوں کا کوئی انداز نہ قلم کی کوئی جنبش نہ ہاتھ کی کوئی حرکت نہ پاؤں کا کوئی قدم اور تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کوئی غیرت مند سر پہ کفن باندھ کر کشتیاں جلا ڈالتا ہے سمندر میں گھوڑے دوڑا دیتا ہے اور " **فزت ورب الکعبہ** " کا نعرہ لگا کر نبی کی شان میں گستاخی کرنے والے کی زبان گدی سے کھینچ کر باہر نکال دیتا ہے تو عرش مسکرا اٹھتا ہے اس کے لئے جنت کے سبھی دروازے کھول دیئے جاتے ہیں زمین تا آسمان فضاء اس کے لہو کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے بقول شاعر!

تو خوشبو کی طرح مہکا تھا
تو سولی پہ جب لٹکا تھا
تم پھول کو جتنا مسلو گے
وہ اور مہکتا جائے گا

سامعین محترم!

شہیدان عشق و وفا اپنے ہاتھوں میں حق وصداقت کی مشعلیں اٹھائے سینے میں عشق مصطفیٰ کی شمعیں جلائے دماغوں میں آرزوئے شہادت سمائے نظروں میں تصور مدینہ جگائے موت کا انتخاب خود کرتے ہیں اسی لئے تو موت ان سے دہشت زدہ رہتی ہے ان کی روحیں دار و رسن کی طالب ہوتی چنانچہ جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوٰ کیا اور دربار محمد ﷺ کی طرف میلی نگاہ سے دیکھا تو خالد ابن ولید مسلمانوں کے لشکر کو لیکر مسیلمہ سے ٹکرا گئے چالیس ہزار کا مقابلہ تیرہ ہزار سے ہوا اور محمد ﷺ کے بارہ سو جان نثاروں نے اپنی جانوں کے ٹکڑے کروا کر مسیلمہ کو قیامت تک کے لئے نشان عبرت بنا دیا اسود عنسی نے توہین رسالت کی تو فیروز دھلیمی اس پہ لپکا اور اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا مغیرہ بن سعید حرمت رسول پر حملہ آور ہوا تو خالد بن عبداللہ قصری نے اسے جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں جھونک دیا اسحاق اخرص نے زہر اگلا تو خلیفہ جعفر منصور کے لشکر

نے اس کی زبان مروڑ دی۔مختیار بن ابوعبیدہ ثقفی نے اپنے غلیظ منہ سے غلاظت اگلی تو مصعب ابن زبیر نے اسکے وجود کو ادھیڑ دیا رام گوپال نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو غازی مرید حسین اس پر لپکا اور اسے راہی ملک نار کیا تھورام نے دریدہ دہنی کی تو غازی عبداللہ قیوم نے اسے ابوجہل اور ابولہب کے پاس پہنچا دیا کیم چن گنبد حضراء کی طرف منہ کر کے بھونکا تو غازی منظور حسین نے اس جہنمی کتے کو اس کے دیس پہنچا دیا ملعون بھیشو نے ہرزہ سرائی کی تو غازی عبدالمنان نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا چرن تاب نے زہر میں بجھی ہوئی زبان کھولی تو غازی میاں محمد نے اس کے وجود کو ادھیڑ دیا ہر دیا ب سنگھ قصر نبوت کی طرف منہ کر کے پھنکارا تو غازی معراج حسین نے اس کی زبان مروڑ دی ارے راج پال توہین رسالت کا مرتکب ہوا تو ملت اسلامیہ کا شیر غازی علم الدین اس پہ جھپٹا اور زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کرتے ہوئے خود دار پر لٹک گیا اور شہادت کا اعلیٰ رتبہ پا گیا شاعر جب اس کی شہادت کو دیکھتا ہے تو تڑپ اٹھتا ہے اور یوں گویا ہوتا ہے۔

تیرے خون کا قطرہ گر نہ سکا
تو مولا کا مہمان بنا
تیرے خون کی خوشبو پھیلے گی
پھر سارا عالم مہکے گا

سامعین محترم!

انگریز کا پرفتن دور تھا ہر طرف کفر والحاد کے طوفانوں کا زور تھا مسلمانوں کے دلوں سے عشق مصطفیٰ کا نور نکالا جا رہا تھا کہ ان جاں بسل حالات میں فرنگی نے مسلمانوں کے جسم سے روح اسلام کو نکالنے کے لئے جھوٹی نبوت کا خنجر کھونپ دیا اور جعلی نبوت کا کاروبار ننگ دین اور ننگ ملت مرزا قادیانی جہنم مکانی کو سونپ دیا چنانچہ تاج وتخت ختم نبوت پہ ڈاکہ زنی ہوتے دیکھ کر غیرت ایمانی سے مسلمانوں کے دل بھڑک اٹھے اور حرارت عشق

رسول سے جذبات شوق بھڑک اٹھے وہ کفن بدوش ہو کے نکلے اور تاج وتخت ختم نبوت کے پاسبان بن گئے ناموس رسالت کے نگہبان بن گئے جھوٹی نبوت کے لئے تباہی کا سامان بن گئے نبی ﷺ کے پروانے خون میں نہلائے گئے اور حیات جاودانی پا گئے 53 کی تحریک میں محمد ﷺ کے جانثاروں پر ہر سمت سے صرصر کے مرغولوں میں اٹھ اٹھ کر جھلسا دینے والی لُو کا راج ہوا بجلیاں کوندتی رہیں بم برستے رہے زمین تڑپتی رہی فضاء گرجتی رہی اور محو تماشائے لب بام کھڑی عقل و دانش نہ جانے کیا کیا کہتی رہی مگر یہ عشق تھا جو بے خطر آتش نمرود میں کودتا چلا گیا اور صدق ووفا اور جرأت وعظمت کے ان کرداروں نے لڑکپن لٹایا، جوانی لٹائی، بڑھاپا لٹایا، ادھیڑ عمر دی، بیویوں کے سہاگ اجڑے، بچے یتیم ہوئے، ماؤں کے چاند تارے خون میں نہلائے گئے، باپ کی آنکھوں کے سامنے بچے ذبح ہوتے رہے، دس ہزار کٹ گئے مگر ختم نبوت پہ آنچ نہ آنے دی خون کی ندیاں بہا گئے مگر دامن مصطفیٰ تھامے رکھا یہ سولیوں پہ چڑھ گئے مگر محمد ﷺ کا نام لیتے رہے اور جھوٹی نبوت کو غبار تا سیت بنا کر اڑاتے ہوئے جعلی نبوت کے پرخچے اڑتے ہوئے یہ اعلان کر گئے۔

نہ چھوڑی اہل جفا نے کوئی طرز ستم
مگر نہ اہل جنوں سے وفا ریت گئی
رقم ہے خون شہیداں سے لوح ہستی پر
شکست موت نے کھائی حیات جیت گئی

علینا الا البلاغ المبین

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ دوستوں کی نظر میں

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ میرا دوست

یوں تو دنیائے فانی سے ہر ذی روح نے دار بقاء کی طرف کوچ کرنا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ اور اپنے کارناموں کی وجہ سے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پر راج کرتے ہیں جن کے کردار کو سامنے رکھ کر کسی عظیم مقصد کی خاطر جد و جہد کرنے والے اپنی راہیں متعین کرتے ہیں۔ مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ بھی انہی عظیم شخصیات میں سے ایک ہیں جنہوں نے گلشن اسلام کی آبیاری اپنے خون سے کی۔

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے ابتدائی کتابیں گھر میں اپنی والدہ محترمہ حضرت ام حسان صاحبہ سے پڑھنے کے بعد E-7 کے پرفضا مقام پر درختوں کے جھرمٹ میں واقع اپنے دادا کی عظیم دینی اور روحانی درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ میں درس نظامی کی تکمیل کے لئے داخلہ لیا۔ جس کا سلسلہ تا دم شہادت جاری رہا۔ دوران تعلیم مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ تمام طلباء سے مختلف رہتے تھے۔ اور ہر وقت ان کے چہرے پر فکر کے اثرات دکھائی دیتے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے اسلام کے عظیم سپوت سے اللہ پاک دین متین کی سر بلندی کا بہت بڑا کام لینے والے ہیں۔

اگرچہ اللہ پاک نے مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو مختصر زندگی عطاء کی لیکن اس نے بڑی اچھی زندگی گزاری اپنے اساتذہ کا تابعدار اور فرمانبردار شاگرد تھا۔ اپنے ساتھیوں کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا اور ان کی چھوٹی موٹی ضروریات کا خیال بھی رکھتا تھا۔ ایک عظیم باپ کا بیٹا اور مدرسہ کے مہتمم کا صاحبزادہ ہونے کے باوجود عام مدارس کے مہتممین حضرات کے

صاحبزادوں سے قطعی مختلف تھا۔ عاجزی کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ جانے کے لئے عام ٹراسپورٹ استعمال کرتا، کبھی کبھار پیدل بھی سفر کرتا، ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا۔ ذہین اور فطین بھی تھا اور ہمیشہ اپنی کلاس میں پوزیشن ہولڈر رہا، تقریر بہت اچھی کرتا تھا۔ جامعہ فریدیہ کے مانے ہوئے مقرروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس کے ذمہ جو کام لگایا جاتا اس کو احسن طریقہ سے نبھاتا اور اس میں کسی قسم کی سستی نہ کرتا۔ اس کی ایک صفت جو اسے تمام صفات سے ممتاز کرتی تھی وہ اس کا خاموش مزاج اور سنجیدہ طبیعت رہنا تھا۔ یہ سب کچھ کیونکر نہ ہوتا جس خانوادہ عزیمت کا یہ چشم و چراغ تھا اس کے منصب عزیمت کا تقاضا یہی تھا۔

مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ نے آہستہ آہستہ اپنی تعلیم کو جاری رکھا اور (ساتھ ہی مملکت پاکستان جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی تھی) میں بڑھتی ہوئی فحاشی و بے حیائی، سیکولر طبقہ کی حوصلہ افزائی اور اسلام پسند طبقہ کی حوصلہ شکنی پر بھی گہری نظر رکھی۔ ساتھ ساتھ یہ بھی سوچا کہ آخر اس طاغوتی نظام کی یلغار کو روکنے کے لئے کوئی آگے کیوں نہیں بڑھتا۔ اسی سوچ اور فکر نے مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ سے ان کی راتوں کی نیند اور دن کا سکون چھین لیا اور بالآخر وہ دن بھی آن پہنچا جس دن چند لوگوں کی جمعیت نے بر سروسامانی کی حالت میں اس نظام طاغوت کے آگے بند باندھنے کے لئے سروں پر کفن باندھ کر حضرت مولانا محمد عبدالعزیز غازی صاحب کی قیادت میں میدان عمل میں اتر پڑے۔ جس دن کو دیکھنے کے لئے ساٹھ سال سے پاکستان کی سرزمین ترس رہی تھی۔ حضرت مولانا محمد عبدالعزیز غازی صاحب نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ مل کر پاکستان میں بڑھتی ہوئی فحاشی و بے حیائی اسلام کی بیخ کنی، مجاہدین اسلام کے خلاف روا رکھے جانے والے مظالم وفاقی دارالحکومت میں کعبۃ اللہ کی بیٹیوں کی شہادت اسلامی شعائر کی توہین جیسے اسلام کش

اقدامات کو روکنے کے لئے ایک عظیم جدو جہد شروع کی جس کے کچھ عرصے میں اس تحریک کو اتنی پزیرائی ملی کہ ملک کے طول وعرض سے لوگوں کی بڑی تعداد عظیم درسگاہ جامعہ سیدہ حفصہ شہیدہؒ اور تاریخی مسجد لال مسجد (جواب اہل عزیمت کے خون سے حقیقت میں لال ہو چکی ہے) کا رخ کرنے لگی۔

اسلام آباد کے ائرکنڈیشن کمروں میں بیٹھے طاقت کے نشے میں مست فراعین وقت کو یہ کہاں منظور تھا کہ انکی کی رعونت کے ہوتے ہوئے کوئی آ کر ان کے اقتدار عارضی کو کوئی چیلنج کرے۔لہذا انہوں نے مختلف جواز بنا کر اپنے پیش روؤں کی طرح لال مسجد کے معصوم طلباء وطالبات کی آواز کو نفاذ اسلام کو طاقت سے کچلنے کا ارادہ کرلیا۔ادھر جب مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ تعلیم جو صرف دو سال کے بعد پایۂ تکمیل تک پہنچنے والی تھی کو ادھورا چھوڑ کر فرعون وقت کی طاقت سے لڑنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

چنانچہ مسلمانوں کے خلاف جاری صلیبی جنگ کے ایک طے شدہ منصوبے کے تحت (جس کا اظہار بعد میں سابق امریکی صدر بش نے اپنی پریس کانفرنس کے دوران کیا) کہ امریکہ کے اتحادی جنرل پرویز مشرف نے اپنے پرویزی لشکر کو لے کر لال مسجد اور جامعہ حفصہ شہیدہؓ کے معصوم اور بے گناہ طلباء وطالبات پر 3 جولائی بروز منگل 2007 دن ساڑھے بارہ بجے آتش وآہن کی یلغار کر دی اور 3 سے 10 جولائی تک آگ اور خون کی ہولی کھیلی گئی۔کرفیو لگا کر لال مسجد اور اردگرد کئی کلومیٹر علاقہ کو پورے ملک سے کاٹ دیا۔ محصورین لال مسجد وجامعہ سیدہ حفصہ ؓ کا کھانا پینا بند کر دیا اور بجلی وگیس منقطع کر دی گئی۔لیکن ان حالات میں بھی راقم نے محمد حسان غازی شہیدؒ کو عزم وہمت کی داستان رقم کرتے ہوئے دیکھا۔

4 جولائی بعد نماز مغرب کو حضرت مولانا محمد عبدالعزیز غازی صاحب کی غیر متوقع

گرفتاری کی وجہ سے ساتھیوں میں مزید مایوسی کی فضاء بڑھ گئی اور اسی طرح اطراف کی مساجد کے سپیکروں سے بار بار سرنڈر کرنے کے اعلانات بھی کئے جا رہے تھے۔اسی دوران مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ ساتھیوں کے درمیان امید کی ایک کرن بن کرا بھرے اور شکستہ دلوں کو سہارا دیتے ہوئے لال مسجد میں آ کر سب کے سامنے بڑے پر اثر انداز میں تقریر کی جس میں شہادت کے فضائل بتلائے اور ان کے ساتھ یہ بھی کہا کہ مولانا محمد عبدالعزیز غازی اگر گرفتار ہو گئے ہیں تو ہم تو اللہ کے لئے جہاد کر رہے تھے اس لئے جس نے حضرت مولانا محمد عبدالعزیز غازی صاحب دامت برکاتہم کے لئے جہاد کرنا ہے تو وہ یہاں سے چلا جائے اور جس نے اللہ کی رضا کو سامنے رکھتے ہوئے اس طاغوتی نظام کے خاتمے اور خلافت کے قیام کے لئے جدوجہد کرنی ہے وہ آئے اور میرے ساتھیوں کے ساتھ اس طاغوتی نظام کی بیخ کنی اور خلافت اسلامی کے احیاء کے لئے کمر بستہ ہو جائے۔اپنے والد صاحب کی گرفتاری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے والد صاحب کی پیشانی پر بزدلی کا داغ جو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت لگایا گیا ہے میں اس کو اپنے خون کی سرخی سے دھوؤں گا۔تب جا کر ساتھیوں کے اندر ایک نئی انقلابی روح پیدا ہوئی جس میں یقیناً مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کا کردار قابل ستائش ہے۔

10 جولائی کو پرویزی لشکر نے وقفہ وقفہ سے فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس دوران ہر قسم کا گولہ بارود جامعہ سیدہ حفصہؓ کی ننھی پریوں کے جسم بھسم کرنے کے لئے استعمال ہوتا رہا۔ شدید فائرنگ بارش کی طرح جاری رہتی لیکن مولانا محمد حسان غازی فائرنگ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لال مسجد، جامعہ حفصہ، دارالقرآن میں محصور ہونے والے طلباء تک پہنچتے اور ان کے حوصلے بڑھاتے اور کہتے ابو کی گرفتاری میں ضرور کوئی مصلحت ہے ہم سب شہید ہوں گے اللہ تبارک وتعالیٰ زندہ رہ جانے والوں سے کام لے گا۔ ہمارا خون

نوید انقلاب بنے گا۔جس سے ساتھیوں میں ایک نیا حوصلہ اور ولولہ پیدا ہوتا اور وہ ظلم ستم کے سامنے سر جھکانے کے بجائے سر کٹانے کو ترجیح دینے لگے۔

10 جولائی کو مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اپنے ساتھیوں سمیت پرویزی لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے جامعہ سیدہ حفصہ شہیدہؓ کی عقبی سائڈ پر اپنے جسم کو گولیوں سے چھلنی کرا گئے۔لیکن آخری دم تک ہمت نہ ہاری اور جان جان آفریں کے حوالہ کر دی۔ میں جب مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے یقین نہیں آتا کہ اتنی کم عمر میں اللہ رب العزت نے مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو اتنی جرأت ہمت اور استقامت سے نوازا اور ایسی ثابت قدمی دکھائی کہ جس کے کردار کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے لوگوں کی یاد تازہ ہوگئی ۔واقعہ کربلا کے بارے میں سنا تھا پڑھا تھا لیکن دیکھا نہیں تھا کہ کربلا کے میدان میں خانوادہ نبوت پر کیا بیتی اور کیسے انہوں نے یہ ساری سختیاں برداشت کیں۔

بہر حال میں سلام عقیدت پیش کرتا ہوں مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ کو ایک ایسے موقع پر جہاں بڑے بڑے اہل دستار و جبہ کے پاؤں میں لغزش آجاتی ہے۔لیکن تمام تکلیفیں برداشت کرنے کے باوجود ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں ہوئی عزیمت کی راہ پرخار پر چلتے ہوئے اس رستے کا مسافر مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اپنوں کے پیار اور پیار کے اظہار سے کوسوں دور اس بیاباں تک نکل گیا جہاں اپنوں کی زبان طعنوں کے نشتر برساتی نہیں تھکتی تھی۔

لاکھوں چاہنے والوں میں بھی وہ مسافر لاوارث کہلایا جہاں ہر لمحہ موت کے منہ میں نظر آیا جہاں موت کی ڈوری اور ڈیرہ اپنے سائے سے بھی قریب لگتا تھا۔مگر اس سب کے باوجود عزیمت کی اس راہ پر چلنے والا اعزم و ہمت کا یہ مسافر پیش آمدہ تمام حالات سے بے نیاز لطف اندوز ہوتا نظر آیا وہ اپنے نظریہ اور موقف کے لئے ماں بہن جیسے بیٹھے اور

مقدس رستوں کو قربان کر گیا۔ بچوں کی چیخ و پکار بہنوں کی آہ و بکا بھائیوں کی گولیوں سے چھلنی جسم اور ہر طرف بارود کی بو بھی اسے اپنے نظریے سے سر کنے پر مجبور نہ کر سکی۔ وہ اس بیاباں میں حالات سے بے نیاز اپنے نظریے کے لئے لڑتا رہا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا محمد حسان غازی شہیدؒ اور دیگر شہدائے لال مسجد و جامعہ حفصہ شہیدہؒ کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ اوران کے پاک خون کے صدقے ملک پاکستان میں اسلامی نظام و اسلامی خلافت کے نفاذ کی صورتیں مقدر فرمائے اور ہمیں ان شہداء کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ غازیاں لال مسجد کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام

مولانا فداءاللہ بونیری

حال اسیر سنٹر جیل اڈیالہ راولپنڈی

بنا لیتا ہے موجِ خونِ دل سے اک چمن اپنا
وہ پابند قفس جو فطرتاً آزاد ہوتا ہے

......☆☆☆......

وسعت دل ہے بہت وسعت صحرا کم ہے
اس لئے مجھ کو تڑپنے کی تمنا کم ہے

......☆☆☆......

ہم مسلماں ہیں محمد ﷺ کے گھرانے والے
پرچم حیدر کرارؓ اٹھانے والے

ناچ تگنی کا کفار کو نچانے والے
اینٹ سے اینٹ حریفوں کی بجانے والے

عرصۂ جنگ کی توقیر بڑھانے والے
غیرت لشکرِ اسلام دکھانے والے

جھومتے جھامتے میدان میں آنے والے
دبدبہ اپنی شجاعت کا بٹھانے والے

آسماں بوس پہاڑوں کو ہلانے والے
آگ توپوں کے دہانوں سے اڑانے والے

ہم نے گنگا کے کناروں پہ آذانیں دی ہیں
ہم ہیں یورپ کے درو بام ہلانے والے

ہم نے کفار کو منہ توڑ شکستیں دی ہیں
ہم ہیں ہر دور کی تاریخ بنانے والے

شورش اس راز سے ہر شخص کو آگاہ کرو
خاک ہو جائیں گے سب ہم کو ڈرانے والے

......☆☆☆......

غیروں کی نفرتوں کا ہم نے ذکر ہی کب کیا ہے؟
اپنوں کی شفقتوں کے ستائے ہوئے ہیں ہم

......☆☆☆......

زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

......☆☆☆......

آرزو اور آرزو کے بعد خون آرزو
ایک ہی مصرع میں ساری داستانِ زندگی

......☆☆☆......

اپنے لہو سے پھول کھلانے کے واسطے
ہر مقتل وفا میں پکارا گیا ہوں میں

......☆☆☆......

مفاہمت نہ سکھا جبر نا روا سے مجھے
میں سر بکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

......☆☆☆......

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا نا پائیدار ہو گا

......☆☆☆......

جائز نہیں اندیشۂ جاں عشق میں اے دل
ہشیار کہ مسلک تسلیم و رضا ہے

......☆☆☆......

مجھ سے فرعونوں کے لہجے میں بات نہ کر
میں تو پاگل ہوں خداؤں سے الجھ جاتا ہوں

......☆☆☆......

میرے ہونٹوں کے مہکتے ہوئے نغموں پہ نہ جا
میرے سینے میں کئی طرح کے غم پلتے ہیں

میرے چہرے پہ دکھاوے کا تبسم ہے مگر
میری آنکھوں میں اداسی کے دیئے جلے ہیں

......☆☆☆......

غم بانٹنے کی چیز نہیں پھر بھی دوستو
اک دوسرے کے حال سے واقف رہا کرو

......☆☆☆......

یہ جو زندگانی کا کھیل ہے
غم و انساط کا کھیل ہے

اسے قدر کیا ہو بہار کی
کبھی دیکھی جس نے خزاں نہیں

......☆☆☆......

شاید خوشی کا دور بھی آ جائے اے ندیم
غم بھی تو مل گئے تھے تمنا کئے بغیر

......☆☆☆......

ہم نے ان تند ہواؤں میں جلائے ہیں چراغ
جن ہواؤں نے الٹ دی ہیں بساطین اکثر

......☆☆☆......

ازل سے رچ گئی ہے سر بلندی میری فطرت میں
مجھے بس ٹوٹنا آتا ہے جھک جانا نہیں آتا ہے

......☆☆☆......

یہ کہ کر دل نے میرے حوصلے بڑھائیں ہیں
غموں کی دھوپ کے آگے خوشی کے سائے ہیں

......☆☆☆......

حالات کے سلوک سے دل یوں داغ داغ ہے
دیمک لگی ہو جیسے پرانی کتاب میں

......☆☆☆......

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

......☆☆☆......

بلبل کا باغبان سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصل بہار میں

......☆☆☆......

کیا خاک وہ جینا ہے جو اپنے ہی لئے ہو
خود مٹ کر کسی اور کو مٹنے سے بچا لے

......☆☆☆......

رسوائیوں کا آپ کو آیا ہے اب خیال
ہم نے تو اپنے دوست بھی دشمن کر لئے

......☆☆☆......

مدتوں ذہن میں گونجوں گا سوالوں کی طرح
تم کو یاد آؤں گا گزرے ہوئے سالوں کی طرح

ڈوب جائے گا کسی روز جو خورشید انا
مجھ کو دہراؤ گے محفل میں مثالوں کی طرح

......☆☆☆......

منزل کو میرے شوق کا احساس جب ہوا
ہر ذرہ میری راہ میں دیوار بن گیا

......☆☆☆......

بدلے ہیں یوں حالات کہ حیران کھڑے ہیں
ہم اپنی وفاؤں پہ پشیمان کھڑے ہیں

موجوں کے طلاطم سے نکل جاؤں میں کیسے؟
ساحل پہ میری تاک میں طوفان کھڑے ہیں

......☆☆☆......

میری زندگی کے چراغ کا یہ مزاج کوئی نیا نہیں
کبھی روشنی کبھی تیرگی نہ جلا ہوا نہ بجھا ہوا

مجھے جو بھی دشمن ملا پختہ کار جہاں ملا
نہ کسی کی ضرب غلط پڑی نہ کسی کا تیر خطا ہوا

مجھے آپ کیوں نہ سمجھ سکے یہ اپنے دل سے پوچھئے
میری داستان حیات کا ورق ورق ہے کھلا ہوا

وہ جو نظر بچا کے گذر گئے میرے سامنے سے ابھی ابھی
وہ مرے ہی شہر کے لوگ تھے میرے گھر سے گھر ہے ملا ہوا

مجھے بھی ملا وہ شکستہ دل وہ شکستہ جاں تھا میری طرح
کہیں راستوں کا لٹا ہوا کہیں منزلوں کا تھکا ہوا

جیسے لے گئی ہے ابھی ہوا وہ ورق تھا دل کی کتاب کا
کہیں آنسوؤں سے لکھا ہوا کہیں آنسوؤں سے مٹا ہوا

......☆☆☆......

یہ دور تیرہ و تاریک بیت جائے گا
کبھی تو مہر جہاں تاب مسکرائے گا

......☆☆☆......

اٹھیں گے ہاتھ مہ و مہر کی قباؤں پر
غرور جبہ و دستار ٹوٹ جائے گا

......☆☆☆......

حسن تخلیق کی حکمت پہ ذرا غور کرو
اور اپنی بھی حقیقت پہ ذرا غور کرو
عشق کا ایک ہی مفہوم سمجھنے والو
وسعت لفظِ محبت پہ ذرا غور کرو

......☆☆☆......

اے وطن تو نے پکارا تو لہو کھول اٹھا
تیرے بیٹے تیرے جانباز چلے آتے ہیں

......☆☆☆......

نشیمن پہ نشیمن اس طرح تعمیر کرتا جا
کہ بجلی گرتے گرتے آپ ہی بے زار ہو جائے

......☆☆☆......

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانوں اٹھتی جوانیاں ہیں

......☆☆☆......

آسانیوں سے پوچھ نہ منزل کا راستہ
اپنے سفر میں راہ کے پتھر تلاش کر

......☆☆☆......

ہر حال میں ہر دور میں تابندہ رہوں گا
میں زندہ جاوید ہوں تابندہ رہوں گا
تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں تابندہ رہوں گا

......☆☆☆......

کل کی طرح بلند ہیں سب حوصلے میرے
کشتی بھنور میں آئی ہے کردار تو نہیں

......☆☆☆......

نہ اپنی آن کی خاطر نہ اپنی شان کی خاطر
وہ میداں میں نکل آئے فقط ایمان کی خاطر

......☆☆☆......

ستم کی رسمیں بہت تھیں لیکن نہ تھی تیری انجمن سے پہلے
سزا خطائے نظر سے پہلے عتاب جرم سخن سے پہلے

......☆☆☆......

طوفان کی موجو تھم جاؤ ساحل پہ ہمیں نہ لے جاؤ
طوفان کی قسم ساحل کی قسم ساحل پہ ہمارا کوئی نہیں

......☆☆☆......

بلند رکھنا نگاہ اپنی خیال اپنا وقار اپنا
نہ ڈگمگائیں قدم کہیں بھی کچھ ایسا رکھنا شعار اپنا

......☆☆☆......

وہ تخت پہ بیٹھے تو پریشان نظر آئے
ہم دار پہ پہنچے تو غزل خواں نظر آئے

......☆☆☆......

تاریخ نے کچھ ایسے بھی دیکھے ہیں جری لوگ
جو دھار پہ شمشیر کی رقصاں نظر آئے

......☆☆☆......

آگ توپوں کے دھانوں سے اڑنے والے
نام کفار کی فوجوں کا مٹانے والے

......☆☆☆......

جہاد و جنگ کی للکار ہم ہیں ۔۔۔ خروشِ نعرۂ پیکار ہم ہیں
مسلمانوں کا خوں ضائع نہ ہوگا ۔۔۔ پیغمبر ﷺ کے علمبردار ہم ہیں
لگاؤ ہے صحابہ کی روش سے ۔۔۔ نبی ﷺ کے حاشیہ بردار ہم ہیں
کسی عنواں سے بھی ظالم نہیں ہیں ۔۔۔ خدا کے خوف کا اظہار ہم ہیں
حریفوں کو شکست فاش دیں گے ۔۔۔ جلالِ حیدر کرّارؓ ہم ہیں
قسم ہے غازیان سر بکف کی ۔۔۔ غلام سید ابرار ہم ہیں
ڈھل جاتے ہیں طوفانوں کے سینے ۔۔۔ صدائے لشکر جرار ہم ہیں
غزا کے چہرۂ گلگوں کی رونق ۔۔۔ نشانِ جرأت ایثار ہم ہیں
یہ مصرع نقش ہے تیغ و سناں پر ۔۔۔ کفن بدوش ہیں تیار ہم ہیں
رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں شورش نہیں ۔۔۔ سرِ طاغوت پہ تلوار ہم ہیں

......☆☆☆......

اٹھیں تو گردش دوراں قدم بوسی کو حاضر ہیں
بڑھیں تو لشکر کفار پر تیغ رواں ہم ہیں

چلیں تو مہرومہ کی رونقیں قربان ہو جائیں
گریں تو خرمن اشرار پر تیغ رواں ہم ہیں

ہمارے ولولوں کی تاب کافر لا نہیں سکتے
رسول اللہ کے اعجاز سے شعلہ نشاں ہم ہیں

خدا نے ہم شورش بازوئے خیبر شکن بخشا
اسی نسبت سے اس دنیائے دوں کے پاسباں ہم ہیں

......☆☆☆......

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

......☆☆☆......

جو اعلیٰ طرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

......☆☆☆......

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاں زندگانی میں یہ مردوں کی ہیں شمشیریں

......☆☆☆......

مصائب سے الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پہ اشک بہانا نہیں آتا

......☆☆☆......

میدان کارزار پہ چھاتے ہوئے چلو
جوشِ وغا کا نقش بٹھاتے ہوئے چلو

......☆☆☆......

مرا مذاق جنوں پسندی بنا ہی لے گا کوئی نشیمن
مری بلا سے جو برق برہم سرِ نشیمن چمک رہی ہے

......☆☆☆......

بفیض عشق و جنون کیفی گذر گیا لا مکاں سے آگے
خرد کی بے دست و پائی دیکھو، یہ بام و در ہی کو تک رہی ہے

......☆☆☆......

زیادہ دن نہیں گذرے یہاں کچھ لوگ رہتے تھے
جو دل محسوس کرتا تھا علی الاعلان کہتے تھے

گریباں چاک دیوانوں میں ہوتا تھا شمار ان کا
قضا سے کھیلتے تھے وقت کے الزام سہتے تھے

......☆☆☆......

وہ جس نے صدیوں کا قرض اپنے نحیف کندھوں پہ رکھ لیا تھا
وہ جس نے تنہا چٹان بن کر عدو کے چھکے چھڑا دیئے تھے

بڑے سلیقے سے امتِ بے نشاں کے اُدھڑے ہوئے بدن پر
مٹی ہوئی ساعتوں کے نقش و نگار پھر سے بنا دیئے تھے

وہ جس نے جذبوں کی خاک مردو میں عزم و ہمت کی روح پھونکی
حصار و حدث میں پڑنے والے شگاف اس نے مٹا دیئے تھے

وہ جس نے قصر فریب شب کے سبھی جھرونکے گرا دیئے تھے
فراستوں کا جمال تھا وہ، بصارتوں کا کمال تھا وہ

......☆☆☆......

ازل سے رچ گئی ہے سر بلندی میری فطرت
مجھے کٹنا تو آتا ہے مگر جھکنا نہیں آتا

......☆☆☆......

کچھ اہل ستم کچھ اہل حشم مے خانہ گرانے آئے تھے
دہلیز کو چوم کر چھوڑ گئے سوچا کہ یہ پتھر بھاری ہے

زخموں سے جسم گلزار سہی تم اپنے شکستہ تیر گنو
خود اہل ترکش کہہ دیں گے یہ بازی کس نے ہاری ہے

......☆☆☆......

ہم شوق شہادت سے ہیں سرشار مسلماں
اس خون کے طوفان کو کب روک سکو گے

تم پھول کو چٹکی سے مسل سکتے ہو لیکن
خوشبو کو بکھرنے سے نہیں روک سکو گے

......☆☆☆......

جورکےتو کوہ گراں تھےہم جو چلےتو جاں سےگذر گئے
واہ! یار ہم نے قدم قدم تجھے یاد گار بنا دیا

......☆☆☆......

جن کی صداقتوں پہ کوئی شک نہ کر سکے
میں بھی کتاب دل کی انہیں آیتوں میں ہوں

......☆☆☆......

ہاں تلخیٔ ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہل ستم، مشق ستم کرتے رہیں گے

منظور یہ تلخی یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے

......☆☆☆......

لڑتے رہے حالات سے ہم اہل سفینہ
طوفان سے ابھرے تھے کہ منجدھا ڑ سے نہ ڈرتا تھا

سمجھتا تھا خداؤں کے الجھنے کے نتیجے کو
مگر وہ شخص ایسا تھا نتیجے سے نہ ڈرتا تھا

سمندر کے مزاجوں سے اگرچہ وہ بھی واقف تھا
مگر موج طلاطم میں الجھنے سے نہ ڈرتا تھا

بلائیں لاکھ آ جائیں انہیں وہ پار کر جاتا
دکھوں میں بھی الجھ کر مسکرانے سے نہ ڈرتا تھا

......☆☆☆......

تا عمر زندگی سے گریزاں رہے ہیں ہم
یعنی قضاء سے دست و گریباں رہے ہیں ہم

گرچہ بجھے رہے ہیں تمناؤں کے چراغ
لیکن عدو کے گھر میں فروزاں رہے ہیں ہم

فکر معاش ہم کو پریشاں نہ کر سکی
لیکن غم جہاں میں پریشاں رہے ہیں ہم

دارو رسن سے پوچھئے زنداں سے پوچھئے
کس کس طرح کے وقت کا عنواں رہے ہیں ہم

لات و منات در پہ ہمارے جھکے رہے
پوچھو صنم کدوں سے کہ یزداں رہے ہم

کرتے رہے بلند ہیں توحید کا علم
اور ختم المرسلیں کے نگہباں رہے ہیں ہم

اصرار اپنی قوت ایماں تو دیکھئے
اس کفر کے جہاں میں مسلماں رہے ہیں ہم

......☆☆☆......

مرعوب کر کسی نہ چمن میں بہار گل
اپنے چمن میں آپ بہاراں رہیں ہم

......☆☆☆......

میرے تن سے زخم نہ گن میری آنکھ میں ابھی نور ہے
میرے بازؤں پر نگاہ رکھ میرا حوصلہ ذی شعور ہے

مجھے دیکھ قبضہ تیغ پر ابھی میرے کف کی گرفت ہے
تیرا ظلم و جبر بلا سہی میرا حوصلہ بھی کمال ہے

تجھے جوش گذند پہ ناز ہے مجھے ناز زخم بدن پہ ہے
یہی نام بر ہے بہار کا جو گلاب میرے کفن میں ہے

......☆☆☆......

غیروں سے دوستی ہوئی اپنوں سے کٹ گیا
توحید سے ہٹا تھا کہ حصوں میں بٹ گیا

......☆☆☆......

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستاں کا وجود
ہوتی ہے بندۂ مؤمن کی آذاں سے پیدا

......☆☆☆......

قبائے نور میں سج کر لہو سے با وضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہ رب میں کتنے سرخرو ہو کر

......☆☆☆......

ظلام بحر میں کھو کر سنبھل جا
تڑپ جا پیچ کھا کھا کر بدل جا
نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج
ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا

......☆☆☆......

ہواؤں کا رخ یہ بتا رہا ہے ضرور طوفان آرہا ہے
کشتی والو نگاہیں رکھنا اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

یہ ممکن ہے کہ یکا یک زمین چھوڑ دے گردش اپنی
یہ ممکن ہے کہ ٹیک دے سورج زمین پر جبیں اپنی

یہ ممکن نہیں کہ پیچھے کو ہم ہٹ جائیں
عزم مصمم سے جب کسی نقطے پہ ڈٹ جائیں

کٹ جائیں یہ ممکن ہے جائیں نہیں ممکن
بخاری عشق کامل سے الٹ جائیں نہیں ممکن

......☆☆☆......

کافروں کو اے مسلماں آزمانہ چھوڑ دے

بے وفا ہیں یہ ان سے امیدیں لگانا چھوڑ دے

کچھ نہیں ملتا سوائے ذلت کے تجھ کو وہاں

ان کی چوکھٹ اور ان کا آستانہ چھوڑ دے

......☆☆☆......

کھینچتا ہے کیوں مجھے محبوب کی آغوش سے

اور رہنے دے مجھے جلاد، اکھئے دار پر

......☆☆☆......

سر بلندی پھر وفا کی دیکھنے میں آ گئی

پھر وفا کے نام کچھ لوگ ہارے زندگی

......☆☆☆......

جواں ہیں اگر ولولوں کے طلاطم

تو موجوں میں بھی ہیں ستاروں کے جھرمٹ

......☆☆☆......

وہ آئے جن کے آنے کی ضرورت تھی زمانے کو

وہ آئے جن کے آنے کے لئے بے چین فطرت تھی

وہ آئے نغمہ داؤد میں جن کا ترانہ تھا

وہ آئے گر یہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا

وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادئ بطحا

وہ آئے جن کے قدموں کے لئے کعبہ ترستا تھا

وہ آئے جن کو حق نے گود کی خلوت میں پالا تھا

وہ آئے جن کے دم سے عرش اعظم پر اجالا تھا

......☆☆☆......

سر بلند اپنا لہو تھا، سرنگوں قاتل کی تیغ

ہم ہتھیلی پر جو سر اپنا اٹھا کر لے گئے

......☆☆☆......

گردش دوراں کی سنگینی سے ٹکراتا رہا

شارع کون و مکان کی راہ دکھلاتا رہا

گمرہان شرک کو توحید سکھلاتا رہا

پرچم اسلام ابر درخشاں کے روپ میں

بت کدوں کی چاردیواری پہ لہراتا رہا

......☆☆☆......

اے وقت گزرتے ہیں تیرے دامن کو لہو سے سینچ کے ہم

اے موت سلامی دیتے ہیں تجھ کو بھی سنائیں کھینچ کے ہم

مقتل کی طرف جاتے ہیں اے موت تیرے لب چوم کے ہم

لے جام شہادت پیتے ہیں ساقی کی اداء پہ جھوم کے ہم

......☆☆☆......

جن کے پروں میں قوت پرواز ہی نہیں
تنقید کر رہے ہیں وہ میری اڑاں پر

......☆☆☆......

جلوۂ گل سر بازارِ خزاں میں ہم لوگ
لشکر عہد بہاراں کا نشاں ہیں ہم لوگ

سفر شوق کی منزل، نہ ازل ہے نہ ابد
وقت کی نبض سے ساکن کہ رواں ہیں ہم لوگ

کیوں نہ ہو سینہ آدم میں حرارت ہم سے
شعلہ اک، تۂ خاکستر جاں ہیں ہم لوگ

......☆☆☆......

وہ دانائے سب مولائے کل ختم الرسل جس نے
غبارہ راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یسین وہی طٰہ

......☆☆☆......

ہم اہل جنوں اور جھکیں موت کے آگے
ہم جب بھی مرے موت پہ احسان کریں گے

......☆☆☆......

بہار اتری گلاب مہکے نئی رتوں کا سفیر آیا
کلی کلی مسکرا رہی ہے وہ آپ اپنی نذیر آیا

بھٹک رہی تھی نہ جانے کب سے اندھیری راہوں میں آدمیت
جہان تیرے میں روشنی کا وہ بن کہ بدر منیر آیا

......☆☆☆......

میں یوں تڑپوں گا اے ظالم کہ دیکھ کر تو بھی تڑپ اٹھے
تڑپنا بھی ہمیں آتا ہے تڑپانا بھی آتا ہے

......☆☆☆......

کتنے بے رحم ہیں وہ لوگ جنہوں نے اے دوست
نام معصوم اداؤں کا جفا رکھا ہے

خود میرے دل نے تراشے ہیں غموں کے پیکر
میرے مولیٰ نے تو ہر غم سے بچا رکھا ہے

دل کا ہر داغ تبسم میں چھپا رکھا ہے
ہم نے ہر غم کو غم یار بنا رکھا ہے

......☆☆☆......

اگر بازو میں ہمت ہے تو انصاف نہ مانگو
اس دور میں پچھتاؤ گے زنجیر ہلا کر

......☆☆☆......

طوفان کر رہا تھا میرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے

......☆☆☆......

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر
حالات کے قدموں کے کتبے بھی پڑھا کر

ہر وقت کا ہسنا تجھے برباد نہ کردے
تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر

......☆☆☆......

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں ہے

......☆☆☆......

رلا دوں سنگدلی کو بھی جو غم اپنا بیاں کر دوں
اگر چاہوں تو پتھر سے بھی دریا کو رواں کر دوں

......☆☆☆......

ابھی زخم ہرے تھے کہ اپنوں نے ایک اور تیر چلا دیا
میں شہر بچانے چلا تھا کہ ظالموں نے آشیاں ہی جلا دیا

......☆☆☆......

بڑا کٹھن ہے راستہ جو ہو سکے تو ساتھ دو
یہ زندگی کا فاصلہ مٹا سکو تو ساتھ دو

ہزار دکھ ہیں یہاں ہزار آزمائشیں
ہزار دکھ ہزار بار اٹھا سکو تو ساتھ دو

......☆☆☆......

بنا لیتا ہے موجِ خونِ دل سے اک چمن اپنا
وہ پابند قفس جو فطرتاً آزاد ہوتا ہے

......☆☆☆......

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امراء کے درو دیوار ہلا دو

گرماؤ غلاموں کا لہو سوز یقیں سے
کنجشکِ فرو مایہ شاھیں سے لڑا دو

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

......☆☆☆......

وہ مسلمان کہاں اگلے زمانے والے
گردنیں قیصر و کسریٰ کی جھکانے والے

امتیاز ابیض و اسود کا مٹانے والے
سبق انساں کو اخوت کا پڑھانے والے

بھید کیا تھا کہ جو آپس میں ملے تھے نہ کبھی
ہو گئے مشرق و مغرب کے ملانے والے

جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکہ
ہو گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

بات کیا تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے
چند بے ترتیب اونٹوں کو چرانے والے

......☆☆☆......

غلامی میں نہ کام آتی ہے شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ مردوں کی ہیں شمشیریں

......☆☆☆......

میں نے دیکھا ہے میوزک الجھ کر اکثر
تم نے اسلاف کی عزت کی کفن بیچ دیئے

نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب کفن بیچ دیئے

......☆☆☆......

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے یہ سرو قد قبروں میں گاڑے موت نے
کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے یہ پہلواں کیا کیا بچھاڑے موت نے

......☆☆☆......

خود پیاس کا صحرا ہوں مگر دل کی یہ ضد ہے
ہر دشت پہ ساون کی طرح ٹوٹ کے برسوں

......☆☆☆......

کہ رہا تھا شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

......☆☆☆......

جیو تو ایسے جیو کہ زندگی کو رشک آئے
مرو تو موت کہے کون مر گیا یارو!

......☆☆☆......

وہ فریب خردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

......☆☆☆......

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

......☆☆☆......

سانسوں کے سلسلے کو نہ دو زندگی کا نام
جینے کے باوجود بھی کچھ لوگ مر گئے

......☆☆☆......

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

......☆☆☆......

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح شام پیدا کر

......☆☆☆......

انسان کی عظمت کو ترازو میں نہ تولو
انسان تو ہر دور میں انمول رہا ہے

......☆☆☆......

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

......☆☆☆......

چمن میں غنچۂ گل کا تبسم دیکھنے والو
کبھی تم نے حسیں کلیوں کا مرجھانا بھی دیکھا ہے

......☆☆☆......

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد!
سرخرو ہوتا ہے انسان ٹھوکریں کھانے کے بعد

......☆☆☆......

بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
جہاں دریا سمندر سے ملے دریا نہیں رہتا

......☆☆☆......

دستار کے ہر پیچ کی تحقیق ہے لازم
ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

......☆☆☆......

گذر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلت ہے کار آشیاں بندی

......☆☆☆......

ادھر آؤ ظالم ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

......☆☆☆......

نثار میں تیری گلیوں پرائے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کر چلے

جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کہ چلے

......☆☆☆......

یہ کہ گئے ہیں مجھ سے شہیدان راہ عشق
تو دل کا خون کرلے محبت کا خون نہ کر

......☆☆☆......

جو چیز ہے سستی وہ غریبوں کا لہو ہے
اس دور میں دنیا کی ہر اک چیز گراں ہے

......☆☆☆......

اے موج صبا ان کو بھی ذرا دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے طوفاں کا نظارا کرتے ہیں

......☆☆☆......

زندگی میں تو یونہی سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن
یہ الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

......☆☆☆......

جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی میں ساحل کی تمنیٰ کون کرے

جو آگ لگاتی تھی تم نے اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

......☆☆☆......

راستے درد کی خوشبو سے مہک اٹھیں گے
جب مجھے ڈھونڈنے یادوں کی سحر جائے گی

......☆☆☆......

رہ رو سنبھل کے چل کہ رستہ ہے پر خطر
اس منزل حیات میں لاکھوں بھٹک گئے

......☆☆☆......

اب تو گھبرا کہ یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ ملا تو کدھر جائیں گے

......☆☆☆......

یوں تو اے صیاد آزادی میں ہیں لاکھوں مزے
دام کے نیچے تڑپنے کا مزا کچھ اور ہے

......☆☆☆......

جس کو پامال کیا باد حوادث تو نے
یہی غنچہ کبھی کھلتا تو گلستاں ہوتا

......☆☆☆......

آزادیوں کا حق نہ ادا ہم سے ہو سکا
انجام یہ ہوا کہ گرفتار ہو گئے

......☆☆☆......

جلتا ہے جن کا خون چراغوں میں رات بھر
ان غمزدوں سے پوچھو کبھی قیمتِ سحر

......☆☆☆......

روشن کریں گے خون سے ایسے چراغ ہم
بجھ بھی اگر گئے تو اجالا نہ جائے گا

......☆☆☆......

بتوں کے شہر میں جا کر خدا کا نام لکھ دینا
جہاں پہ کفر لکھا ہو وہاں اسلام لکھ دینا
اگر وہ صلح کے پھولوں کو پاؤں تلے مسل ڈالیں
تو شاخ گل کی ہر پتی پہ قتل عام لکھ دینا

......☆☆☆......

دیتے ہیں اجالے میرے سجدوں کی گواہی
میں چھپ کہ اندھیروں میں عبادت نہیں کرتا

......☆☆☆......

خون بھیگا بدن دیکھ کر گھبرائیں نہیں
آپ پتھر تو اٹھائیں ابھی سر باقی ہے

......☆☆☆......

کبھی تیز ہواؤں سے نہیں ڈرتے جاناں
یہ تو موسم کے بدلنے کا پتہ دیتی ہیں

......☆☆☆......

کسی سرنگوں سی ٹہنی پہ رکھیں گے چند تنکے
نہ بلند شاخ ہو گی نہ گرے گا آشیانہ

......☆☆☆......

اب ہیں وہ اپنی جفا پہ نادم
جب ہم آئینِ وفا بھول گئے

......☆☆☆......

ڈوب گئے جاناں تو کوئی بات نہیں ہے لیکن
باعث شرم ہے طوفاں سے ہراساں ہونا

......☆☆☆......

میں ہر اک ظلم کے چہرے کو آخر نوچ ڈالوں گا
میرے ہاتھوں میں جگنو ہے اندھیرا کچھ نہیں کہتا

طلاطم خود بخود بے چین رہتا ہے سلامی کو
اگر تیراک اچھا ہو تو دریا کچھ نہیں کہتا

......☆☆☆......

کبھی آہ لب سے نکل گئی کبھی اشک آنکھ سے ڈھل گئے
یہ تمہارے غم کے چراغ ہیں کبھی بجھ گئے کبھی جل گئے

......☆☆☆......

اس نے ایک قصہ تو دلچسپ سا چھیڑا تھا عدم
کیا ہوا اس کا پھر انجام مجھے یاد نہیں

......☆☆☆......

مت پوچھ اے عدم میرے حالات زندگی
خوابوں کے واقعات تھے خوابوں میں ڈھل گئے

......☆☆☆......

اک توشۂ امید کرم لے کے چلا ہوں
کچھ اس کے سوا پاس نہیں زاد سفر اور

......☆☆☆......

جو بلائیں وقف تھیں سارے زمانے کے لئے
ہو گئیں موقوف میرے مٹانے کے لئے

......☆☆☆......

یہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کھلا ضرور کھل کے مسکرا نہ سکا

......☆☆☆......

وہ ادائے دلبری ہوکہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ

......☆☆☆......

بادشاہوں سے تیرے در کے گدا اچھے ہیں
تخت والوں سے بھی اونچے ہیں تیرے خاک نشیں

......☆☆☆......

لوآج جشن چراغاں کی انتہاء کر دی ہم نے
تیری خوشی میں اپنا گھر تک جلا دیا

......☆☆☆......

یوں جرم محبت کی سزا دیتی ہے دنیا
ہنستے ہوئے چہروں کو رلا دیتی ہے دنیا

......☆☆☆......

دکھ تو اس بات کا ہے کہ عہد و وفا ٹوٹ گیا
بے وفا کوئی بھی ہو تم نہ سہی ہم ہی سہی

......☆☆☆......

اداس شامیں میں اجاڑ رستے کبھی بلائیں لوٹ آنا
کسی کی آنکھوں میں رت جگوں کے عذاب آئیں تو لوٹ آنا

......☆☆☆......

ہم سمندر کی طرح ظرف بھی یوں رکھتے ہیں
دل میں طوفان چھپائے چہرے پہ سکوں رکھتے ہیں

......☆☆☆......

جہاں چوٹ کھانا وہیں مسکرانا
مگر اس ادا سے کہ رو دے زمانہ

......☆☆☆......

ان سے ضرور ملنا سلیقے کے لوگ ہیں
سر بھی قلم کریں گے بڑے احترام سے

......☆☆☆......

عیاں ہیں جن پہ شہادت کے راز اے دانش
وہ لوگ موت پہ گرتے ہیں زندگی کی طرح

......☆☆☆......

کچھ دیر چپ رہیں بھی صحن چمن میں گل
موسم کرے گا آپ بہاروں پہ تبصرہ

......☆☆☆......

ہوا جس کو لگنے نہ دیتی تھی بلبل
وہ گل آج باد خزاں کھا رہا ہے

......☆☆☆......

سرخرو گذریں گے اس منزل سے بھی اہل وفا
آپ اپنے ہر ستم کی انتہاء کر دیکھئے

......☆☆☆......

رنج کا خوگر ہو انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

......☆☆☆......

مری دیوانگی قائم ہے وہیں پر اب تک
ورنہ ہر رنگ میں انسان بدل جاتا ہے

عقل انسان کو گمراہ بھی کرتی ہے کبھی
عقل کی بات پہ ایمان بدل جاتا ہے

......☆☆☆......

عشق کی دیوانگی طے کر گئی کتنے مقام
عقل جس منزل پہ تھی اب تک اسی منزل پہ ہے

......☆☆☆......

ستم کا آشنا تھا وہ سبھی کے دل دکھا گیا
کہ شام غم تو کاٹ لی سحر ہوئی، چلا گیا

......☆☆☆......

ہر مرحلہ شوق سر انجام دیا ہے
اے محبوب ترے غم نے بڑا کام دیا ہے

......☆☆☆......

اے پاسبان گلشن تجھ کو خبر نہیں
شعلے بھڑک رہے ہیں پھولوں کی انجمن میں

......☆☆☆......

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لئے

......☆☆☆......

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے دشواریوں پہ اشک بہانا نہیں آتا

......☆☆☆......

جس کو طوفاں سے الجھنے کی عادت ہو محسن
ایسی کشتی کو سمندر بھی دعا دیتا ہے

......☆☆☆......

پھول بھی لگیں ہاتھ میں کانٹے نہ چبھیں
آپ بھی آئے ہیں کیا خوب تمنا لے کر

......☆☆☆......

کچھ یہ کہ مدتوں سے ہم بھی نہیں تھے روئے
کچھ زہر میں بجھا تھا احباب کا دلاسا

......☆☆☆......

ہو کوہ بیاباں ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے تیرے دامن افلاک نہ چھوٹے

......☆☆☆......

پھر عشق کی تکمیل مسلمان کریں گے
سرکار دو عالم ﷺ پہ فدا جان کریں گے

اس دور میں ہے جرم اگر عشق محمد ﷺ
اس جرم کا اقرار سرِ عام کریں گے

مر جائیں گے قرآن کے پرچم تلے سب ہم
جاں مانگی جو اسلام نے قربان کریں گے

حق بات پہ کٹتی ہے تو کٹ جائے یہ گردن
ہم رب محمد ﷺ سے یہ پیمان کریں گے

گر ظلم پہ آ جائے اگر وقت کا سلطان
ہر جبر کو ہنستے ہوئے برداشت کریں گے

وہ حقائق کے زمینی ہیں نہ مانیں گے کبھی ہم
قرآن کا اسلام کی افکار کا پرچار کریں گے

اشعار جو غازی کے ہیں وہ کفر کے سر پر
فولاد کی شمشیر کا کردار کریں گے

......☆☆☆......

اہل حق اہل وطن و سرفروشوں کو سلام
اور وانا کی زمیں کے جانثاروں کو سلام

خطۂ افغاں میں جان دینے والوں کو سلام
اور زمین ہند پہ لڑنے والوں کو سلام

کوفہ و بغداد کی ٹھنڈی ہواؤں کوسلام
اور فلوجہ کی زمیں پر بسنے والوں کو سلام

مسجدِاقصیٰ کے اوپر مرنے والوں کو سلام
اور چیچن جانبازوں کی شجاعت کو سلام

کوچہ کشمیر میں خوں دینے والوں کو سلام
اور کیوبا میں بندھے ہوئے مسلمانوں کو سلام

......☆☆☆......

سلام ان پر کہ خوں دے کر جنہوں نے آبیاری کی
قرآن کی اسلام کے افکار کی جاں سے حفاظت کی

سلام ان پر جنہوں نے دین کی خاطر سہی جیلیں
محمد ﷺ کی محبت میں جنہوں نے وار دی جانیں

سلام ان پر جو شیروں کی طرح باطل پہ غرائے
فرانس، امریکہ و اٹلی سبھی تھے ان سے گھبرائے

......☆☆☆......

صداقت زندہ ہے

جذبوں کی صداقت زندہ ہے
ایماں کی حرارت زندہ ہے

جب تک ہے سلامت سر میرا
سودائے شہادت زندہ ہے

پھر خوں میں نہا کر نکلا ہے
سو زخم سجا کر نکلا ہے
کردار مجاہد میں اب بھی
آباء کی شجاعت زندہ ہے
جذبوں کی صداقت زندہ ہے
ایماں کی حرارت زندہ ہے
نفرت کی چٹانیں ٹوٹ گئیں
دشمن کی کمانیں ٹوٹ گئیں
الحاد کی تانیں ٹوٹ گئیں
ایمان کی طاقت زندہ ہے
جذبوں کی صداقت زندہ ہے
ایماں کی حرارت زندہ ہے
ہر آفت راہ سے ہٹ جائے
نفرت کا اندھیرا چھٹ جائے
صحراؤں کا سینہ پھٹ جائے
للکار خالدؓ زندہ ہے
جذبوں کی صداقت زندہ ہے
ایماں کی حرارت زندہ ہے
قانون یہوداں ختم ہوا!
انجیل بھی ہے تحریف شدہ

دم توڑ گئے الحادی بھی
محمد ﷺ کی شریعت زندہ ہے
جذبوں کی صداقت زندہ ہے
ایماں کی حرارت زندہ ہے
شمشیر سے بدلو تقدیریں
اور توڑ دو کفر کی زنجیریں
خوابوں کو ملیں گی تعبیریں
اللہ کی رحمت زندہ ہے
جذبوں کی صداقت زندہ ہے
ایماں کی حرارت زندہ ہے
حق بات کہے اور ڈٹ جائے
پھر چاہے گردن کٹ جائے
جب خوں بہے دشمن بھی کہے
کردار مجاہد زندہ ہے
جذبوں کی صداقت زندہ ہے
ایماں کی حرارت زندہ ہے

......☆☆☆......

بہارتازہ

بہار تازہ کب آئے گی تو خزاں کا موسم گزر چکا ہے
میرا لہو اب شفق کی صورت ہر اک افق پر چمک رہا ہے

میں کوہساروں کی سر زمیں کو لہو سے سیراب کر چکا ہوں
میں کامیابی سے آزمائش کی بھٹیوں سے گزر چکاہوں

شہید ہو کر نکھر چکا ہوں بشکل خوشبو بکھر چکا ہوں
میں کیمونیسٹوں دل میں تیر قضا کی صورت اتر چکا ہوں

وہ بت جو تھا اشتراکیت کا نشان اس کا مٹا دیا ہے
بہار تازہ کب آئے گی کیوں خزاں کا موسم گزر چکا ہے

......☆☆☆......

ضرب حیدری

مجاہدان تیغ زن تمہارا نام بت شکن
فدا ہے تم پہ بانکپن نثار ہے دلاوری!
لگاؤ ضرب حیدری

ہوا کے رخ کو موڑ دو غرورِ کفر توڑ دو
کلائیاں مروڑ دو! بندھے عدو کی تھرتھری
لگاؤ ضرب حیدری

تمہاری جنگ دیکھ کر! لہو کا رنگ دیکھ کر
غضب کے ڈھنگ دیکھ کر لرز رہے ہیں منتری
لگاؤ ضرب حیدری

لگاؤ ضرب دم بدم بڑھاؤ اس طرح قدم
زباں سے کہہ اٹھے صنم خدا خدا ہری ہری
لگاؤ ضرب حیدری

......☆☆☆......

عزائم

وہ سنگ گراں جو حائل ہیں رستے ہٹا کر دم لیں گے
ہم راہ وفا کے رہرو ہیں منزل ہی پہ جا کر دم لیں گے

یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے

ہم ایک خدا کے قائل ہیں پندار کا ہر بت توڑیں گے
ہم حق کا نشاں ہیں دنیا پر باطل کو مٹا کر دم لیں گے

ہر سمت مچلتی کرنوں نے افسون شب غم توڑ دیا
اب جاگ اٹھے ہیں دیوانے دنیا کو جگا کر دم لیں گے

جو سینہ دشمن چاک کرے باطل کو مٹا کر خاک کرے
یہ روز کا قصہ پاک کرے وہ ضرب لگا کر دم لیں گے

یہ فتنہ و شر کے پروردہ تخریب کے ساماں لاکھ کریں
ہم بزم سجانے آئے ہیں ہم بزم سجا کر دم لیں گے

یہ سبز ہلالی پرچم ہے ہر حال میں یہ لہرائے گا
یہ نعمہ ہے آزادی کا دنیا کو سنا کر دم لیں گے

......☆☆☆......

مجاہدین کیلئے دعا

میرے لبوں کی ہر دعا مجاہدین کیلئے
ہر ایک حرف ہر اک صدا مجاہدین کیلئے

خدایا ان کے راستہ فتح کے نور سے سجا
جدا گھروں سے ہو گئے جو تیرے دین کیلئے

میرے لبوں کی ہر دعا مجاہدین کے لئے
ہر ایک حرف ہر صدا مجاہدین کے لئے

عزم بلند تر مگر عمر ہے کھیل کی ابھی
سرخروئی کی دعا میرے شاہین کیلئے

میرے لبوں کی ہر دعا مجاہدین کیلئے
ہر ایک حرف ہر صدا مجاہدین کیلئے

خدایا ان کے حوصلے ہمالہ سے بلند کر
ہے جنگ جن کی سلطنت نہ ذرزمین کے لئے

میرے لبوں کی ہر دعا مجاہدین کیلئے
ہر ایک حرف ہر صدا مجاہدین کیلئے

خدایا ان مجاہدوں کی زندگی دراز ہو
موت جو ہیں بن گئے ہیں جو عدو دین کیلئے!

میرے لبوں کی ہر دعا مجاہدین کیلئے
ہر ایک حرف ہر صدا مجاہدین کیلئے

......☆☆☆......

شہید کی آواز

شہدا نے پکارا ہے تم کو فردوس کے بالاخانوں سے
ہم راہِ وفا میں کٹ آئے تمہیں پیار ابھی تک جانوں سے

ہمارے خون کے چھینٹے تم پاؤ بکھرے ہوئے جن راہوں پر
رکنا نہ کبھی ان جگہوں پر بڑھ جانا انہی ویرانوں سے

گل بوسی کے اس جذبے میں چھپ جائیں گے کچھ کانٹے بھی
اپنوں کے نشتر سہ لینا ٹکرانا فقط بیگانوں سے

اتباع سنت کرتے رہے کفار سے ہر دم لڑتے رہے
جانباز محمد ﷺ بڑھتے رہے برسا کر تیر کمانوں سے

......☆☆☆......

اے لشکر اسلام کے جانباز جیالو!

پھر کفر نے سر اپنا اٹھایا ہے جوانو
پھر ظلم نے اندھیر مچایا ہے جوانو
باطل نئی قوت سے پھر آیا ہے جوانوں
اب تم بھی چمکتی ہوئی تلوار نکالو!

اے لشکر اسلام کے جانباز جیالو!

قرآن کی تعلیم کو معیار بنا کر!
اللہ کے دربار میں سر اپنا جھکا کر
پھر وجد میں اک نعرہ تکبیر لگا کر
میدان میں بڑھو بڑھ کہ قدم اپنے جمالو

اے لشکر اسلام کے جانباز جیالو!

سر کفر کا قدموں میں کچل دو
ہے سامنے دشمن اسے پیغام اجل دو
جانباز جوانو رخ حالات بدل دو
دل میں ہیں جو ارمان شجاعت کے نکالو

اے لشکر اسلام کے جانباز جیالو!

اب فتح مبیں فتح مبیں پڑھتے رہو تم
سیلاب صفت بڑھتے رہو بڑھتے رہو تم
طوفاں کی طرح چڑھتے رہو چڑھتے رہو تم
دریا ہی نہیں بڑھ کے سمندر بھی کنگھا لو

اے لشکر اسلام کے جانباز جیالو!

تم خالدؓ و ضرارؓ کی عظمت کا نشاں ہو
تم قاسمؒ محمودؒ کی غیرت کا بیاں ہو
تم طارقؒ و ٹیپوؒ کے عزائم کا جہاں ہو
ڈٹ گئے اگر تم تو زمانے کو جھکا لو!

اے لشکر اسلام کے جانباز جیالو!

اے حق کے پرستار صداقت کے نقیبو!
اے منبر و محراب کے پر جوش خطیبو!
اے گرم سخن شاعر و فنکار و ادیبو!
اب اپنے قلم توڑ کے تلوار بنا لو!

اے لشکر اسلام کے جانباز جیالو!

......☆☆☆......

خزاں کے بعد

زمانہ منقلب ہے انقلاب آیا ہی کرتے ہیں
اندھیری رات میں کچھ دیر کو چھایا ہی کرتے ہیں

مہ و خورشید کو بھی لگ ہی جاتا ہے گہن اک دن
پھر اس کے بعد پیہم نور برسایا ہی کرتے ہیں

خزاں کے بعد دور فصل گل آتا ہے گلشن میں
چمن والو خزاں میں پھول مرجھایا ہی کرتے ہیں

جنہیں عزم جواں ملتا راہ زندگانی میں
مصائب راہ منزل ان کو دکھلایا ہی کرتے ہیں

سکھا دیتی قدرت جن کو انداز جہانبانی
وہ ہر الجھی ہوئی گتھی کو سلجھایا ہی کرتے ہیں

لگن ہو جن کے دل میں وہ پہنچ جاتے ہیں منزل تک
حوادث راستے میں دام پھیلایا ہی کرتے ہیں

جو چلتے ہیں انہی کو راہ میں ٹھوکر بھی لگتی ہے
یہ ٹھوکر کھا کہ خوش قسمت سنبھل جایا ہی کرتے ہیں

جواں ہمت سبق لیتے ہیں دنیا میں حوادث سے
زبوں ہمت جو ہوتے ہیں وہ پچھتایا ہی کرتے ہیں

یہ دنیا عیش وغم کی دھوپ چھاؤں سے عبارت ہے
خوشی ہو یا الم دونوں گزر جایا ہی کرتے ہیں!

وہی ہیں مرد جن پر یاس کے سائے نہیں پڑتے
وہ بڑھ کر تند طوفانوں سے ٹکرایا ہی کرتے ہیں

جنہیں آتا ہے مرنا اپنی عزت اور اصولوں پر
وہ اپنی برتری دنیا سے منوایا ہی کرتے ہیں

میرے مذہب میں کیفی جرم ہے احساس مایوسی
مسلماں داستاںعظمت کی دھرایا ہی کرتے ہیں

......☆☆☆......

مظلوم مسلمانوں کی آذان

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر مگر بجھی تو نہیں

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوان

الفاظ و معنیٰ میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

میں خاک نشیں ہوں میری جاگیر مصلیٰ
شاہوں کو سلامی میرے مذہب میں نہیں ہے

دیوانے گزر جائیں گے ہر منزل غم سے
حیرت ہے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں میں مہکتا ہی رہے گا

......☆☆☆......